قَالَ تَعَالَىٰ: ﴿لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ ٱلْوَٰلِدَانِ وَٱلْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ ٱلْوَٰلِدَانِ وَٱلْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ۝٧﴾ [النساء:٧]

عورتوں کا حق وراثت اور جدید جاہلیت

جمع وترتیب

ابوعبداللہ عنایت اللہ بن حفیظ اللہ سنابلی مدنی

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی

نام کتاب : عورتوں کا حقِ وراثت اور جدید جاہلیت!

جمع وترتیب : ابوعبداللہ عنایت اللہ بن حفیظ اللہ سنابلی مدنی

سنہ اشاعت : شعبان ۱۴۴۲ھ مطابق مارچ ۲۰۲۱ء

طباعت : A1 گرافکس اسٹوڈیو: 9819189965-91+

تعداد : تین ہزار

ایڈیشن : اول

صفحات : ۱۳۲

قیمت :

ناشر : شعبۂ نشر واشاعت، صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی

ملنے کے پتے:

✧ دفتر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی، 14-15، چوناوالا کمپاؤنڈ، مقابل کرلا بس ڈپو،
ایل بی ایس مارگ، کرلا (ویسٹ) ممبئی-400070_ٹیلیفون: 022-26520077

✧ جمعیت اہل حدیث ٹرسٹ، بھیونڈی، فون: 225071 / 226526

✧ مرکز الدعوۃ الاسلامیۃ والخیریۃ، بیت السلام کمپلیکس، نزد المدینۃ انگلش اسکول، مہاڈ ناکہ،
کھیڈ، ضلع: رتناگری-415709، فون: 02356-264455

فہرست مضامین



تقدیم

از: فضیلۃ الشیخ عبد السلام سلفی حفظہ اللہ (امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی)

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على نبينا محمد خاتم النبيين، وعلى آله و صحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، أمابعد:

اسلام آیا تو اسلام کے مسائل اور مسائل جاہلیت میں خط امتیاز کھینچ دیا گیا، جاہلیت کے سارے باطل نظریات اور طریقوں کی کھل کر نشاندہی کر دی گئی اور انہیں حرام ٹھہرا کر ان سے بچنے کے لئے بڑا موثر اور ٹھوس اسلوب اختیار کیا گیا کہ یہ تو دور جاہلیت کا مروجہ عقیدہ وعمل ہے! یہ جاہلیت ہے یعنی اس سے بچنا انتہائی ضروری ہے کیونکہ اسلام انہی کو مٹانے کے لئے آیا ہے! بعض موقعوں پر آپ ﷺ نے فرمایا: یہ جاہلیت کی رسم ہے، اسے میں نے اپنے پیروں تلے روند دیا ہے! اسلام کے سچے پیروکاروں کو جاہلیت کے اعمال سے روکنے اور متنفر کرنے کا اس سے بڑا موثر کوئی طریقہ نہیں ہوسکتا۔

میراث کے مسئلہ میں بھی اسلام کا یہی انداز ہے، جاہلی نظام میں عورتوں کو ظلماً میراث سے محروم رکھا جاتا تھا، اسلام کی آمد ہوئی تو حکم آگیا کہ اب جاہلی تقسیم وراثت کی گنجائش نہیں ہے:

"كُلُّ قَسْمٍ، قُسِمَ فِي الجَاهِلِيَّةِ فَهُوَ عَلَى مَا قُسِمَ لَهُ، وَكُلُّ قَسْمٍ أَدْرَكَهُ الْإِسْلَامُ فَهُوَ عَلَى قَسْمِ الْإِسْلَامِ"۔(ابوداود:۲۹۱۴)۔

نبی اکرم ﷺ کی اس حدیث سے یہ بات بصراحت معلوم ہوتی ہے کہ جو میراث اسلام کے مطابق تقسیم نہ ہو وہ جاہلی اور باطل تقسیم ہے۔

آج عام طور پر خواتین اسلام اسی جاہلانہ، ہندوانہ اور ظالمانہ تقسیم ورواج کی شکار ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق ہدایت عطا فرمائے۔ عورتوں کو میراث سے محروم کر دینے کا ایک خطرناک نتیجہ یہ

آیا ہے کہ خانگی، سماجی، معاشی اور نامعلوم کتنی حیثیتوں سے اُن کا وزن اور اعتبار گھٹ گیا ہے، ان کا اثر ورسوخ انتہائی کم ہوگیا ہے اور وہ نادان مردوں اور سماج کے ہاتھوں کھلونا بن گئی ہیں، جبکہ وہ ایک گراں قدر سرمایہ اور خیر متاع الدنیا ہیں۔

موجودہ حالات میں عورتوں کی مفلوک الحالی اور ان کی مظلومیت سے باہر آنے کا راستہ یہی ہے کہ مسلمان ان کے مسئلے میں اللہ سے ڈریں! وہ مردوں کی ماتحتی میں ضرور دی گئی ہیں لیکن ان کا حق کھانا جرم عظیم اور نار جہنم کا ایک سبب ہوسکتا ہے۔ میراث ایک بنیادی حق ہے جس کی تقسیم خود اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے فرمائی ہے، اس سے اعراض و انکار ایمان کی بڑی کمزوری اور آخرت کے حساب وکتاب پر ایمان کی گویا عملی نفی ہے۔

یہ اہم کتاب "**عورتوں کا حق وراثت اور جدید جاہلیت**" مسلم سماج کی لاپرواہی اجاگر کرنے کے لئے ایک تحریک ہے، جسے فاضل گرامی، جماعت کے ممتاز عالم دین اور صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے داعی و باحث شیخ عنایت اللہ مدنی حفظہ اللہ نے تیار کیا ہے، **فجزاہ اللہ عنی وعن المسلمین خیراً۔**

مجھے قوی امید ہے کہ یہ کتاب جس جذبہ کے تحت تیار کی گئی ہے، عوام وخواص کے لئے یکساں مفید ہوگی، ان شاء اللہ۔

اللہ تعالیٰ مرتب، ناشر اور تمام معاونین کی کوششوں کو قبول فرمائے اور تقاضہ وقت کے مطابق ہمیں دین کے کاموں کی توفیق دے۔

وصلی اللہ علی نبینا محمد وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

أخوکم: عبدالسلام سلفی

۳۱/ مارچ/ ۲۰۲۱ء مطابق ۱۷/ شعبان ۱۴۴۲ھ

مقدمہ مرتب

اسلام کا نظام وراثت ایک مبنی بر عدل خالص ربانی نظام ہے، جسے رب ذوالجلال نے اپنی حکمت سے قائم فرمایا ہے، اس نظام کی اساس نسب اور قرابتداری ہے اس میں مذکر مونث، چھوٹے بڑے یا دیگر ترجیحات کا کوئی گزر نہیں ہے، یہ نظام دنیا کے تمام قوانین وراثت سے ممتاز اور بے مثال ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرابت کی بنیاد پر بشروط وضوابط زوجین، اصول، فروع اور حواشی کو میت کے ترکہ کا وارث بنایا ہے، اس میں لڑکی لڑکے یا مرد و خاتون یا چھوٹے بڑے کی کوئی تفریق نہیں بلکہ وراثت میں سب کا اپنا حق ہے اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے استحقاق وراثت کے لئے محض بچہ کی زندگی کے یقینی ہونے کی شرط لگائی ہے، چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا:

”إِذَا اسْتَهَلَّ الْمَوْلُودُ وُرِّثَ“۔ [1]

اگر پیدائش کے وقت بچہ کی آواز آئے تو وہ وارث بنایا جائے گا۔ یعنی یہ یقین ہو جائے کہ بچہ زندہ تولد ہوا ہے، مثلاً وہ پیدائش کے وقت چیخے یا چھینکے یا روئے تو ترکہ کا وارث ہوگا۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ترکہ میں مردوں کی طرح عورتوں کو بھی ماں، بہن، بیٹی، بیوی اور دیگر حیثیتوں سے وارث بنایا ہے اور ان کے حقوق بیان فرمائے ہیں، اور دور جاہلیت میں عورتوں پر ہونے والے ظلم سے انہیں نجات بخشی ہے، کیونکہ جاہلیت کا نظام وراثت خالص ظلم و بربریت اور انارکی پر مبنی تھا، وراثت کی بنیاد مردانگی، جوانی، طاقت وقوت اور جنگ و جدال کی صلاحیت تھی، بنابریں وہ عورتوں اور بچوں کو وراثت کا حقدار نہیں سمجھتے تھے!

افسوس! جاہلیت کا یہ ظالمانہ رویہ ایک بار پھر مسلم معاشروں پر بالعموم پنجا گاڑ چکا ہے، بایں طور کہ مرد خواہ باپ ہو یا بھائی، یا بیٹا یا شوہر اپنی بیٹی یا بہن یا ماں یا بیوی کو حق وراثت سے محروم کر دیتا ہے،

---

[1] سنن ابو داود، حدیث: ۲۹۲۰، وصحیح ابن حبان، حدیث: ۶۰۳۲، وسنن ابن ماجہ: ۲۷۵۱، حدیث صحیح ہے، دیکھئے: سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ، حدیث: ۱۵۳، وصحیح الجامع، حدیث: ۳۲۸، وإرواء الغلیل، حدیث: ۱۷۰۷۔

اور سارا مال خود ہڑپ کر جاتا ہے، اِلامن رحم اللہ' اور اس مقصد کے لئے عام طور پر لوگ اپنی زندگی میں ہی بیٹوں میں مال تقسیم کر دیتے ہیں اور بیٹیوں کو بطور عطیہ کچھ دے کر ان سے حق تنازل کا عہد لے لیتے ہیں! تاکہ موت کے بعد وہ اپنا جائز حق مانگنے کی مجاز نہ رہیں!!

ایک مرتبہ کوفہ میں سرخ ہوا چلنے کے سبب کسی نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا: اے ابن مسعود! قیامت آگئی! تو انہوں نے فرمایا: ''إِنَّ السَّاعَةَ لَا تَقُومُ حَتَّى لَا يُقْسَمَ مِيرَاثٌ، وَلَا يُفْرَحَ بِغَنِيمَةٍ...'' ۔قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک میراث کی تقسیم بند نہ کر دی جائے، اور مال غنیمت سے خوشی ختم نہ ہو جائے... پھر اس کے بعد انہوں نے فتنوں اور جنگوں کی طرف اشارہ فرمایا، کہ لوگوں کی اس قدر موتیں ہوں گی کہ مرنے والے کا کوئی وارث باقی رہے گا نہ مال غنیمت سے خوش ہونے کی کوئی صورت رہ جائے گی۔ [1]

اس حدیث کا سیاق گرچہ جنگ و جدال اور فتنوں کا ہے، مگر اتنی بات ضرور ثابت ہوتی ہے تقسیم میراث کا سلسلہ ہمیشہ اور بہر صورت جاری رہے گا اور رہنا چاہئے، جو اُس وقت کثرت اموات کے سبب ممکن نہ رہ جائے گا۔ مگر افسوس! آج سازگار حالات کے باوجود محض دنیا پرستی، مادی ہوس، تکاثر اور دیگر مفادات کے سبب وراثت تقسیم نہیں کی جاتی، بسا اوقات یہ سلسلہ ایک ایک دو پیڑھیوں تک دراز ہو جاتا ہے، مرد وارثین جائداد پر قابض ہو کر دادِ عیش دیتے ہیں جبکہ بہنیں، بیٹیاں و دیگر خواتین حق وراثت سے محرومی کے نتیجہ میں غربت و افلاس کے سبب در در کی ٹھوکریں کھاتی ہیں! [2]

زیر نظر رسالہ موجودہ حالات میں موضوع کی اہمیت و ضرورت کے پیش نظر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے امیر محترم فضیلۃ الشیخ عبدالسلام سلفی حفظہ اللہ کی تحریک پر بعجلت ترتیب پایا ہے، میں اس فکرمندی، تحریک اور حوصلہ افزائی پر ان کا تہ دل سے ممنون ہوں اور دعا گو ہوں کہ رب کریم دعوت وتربیت کے باب میں ان کی جملہ مخلصانہ کوششوں کو شرف قبولیت بخشے، اور اس رسالہ کو عوام وخواص کی اصلاح وتربیت کا ذریعہ بنائے، آمین۔

وکتبہ: ابوعبداللہ عنایت اللہ سنابلی مدنی

۲۹ / ۳ / ۲۰۲۱ء

---

[1] صحیح مسلم، حدیث: ۲۸۹۹، واحمد، حدیث: ۳۶۴۳، و ۴۱۴۶، حدیث مرفوع ہے جیسا کہ آخری حصہ سے واضح ہے۔

[2] بعض اہل علم نے ان باتوں کی طرف اشارہ کیا ہے، دیکھئے: مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، ۸ / ۳۴۱۴۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

میراث اور وراثت کا مفہوم

میراث یا وراثت عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مصدری معنیٰ باقی رہنا اور منتقل ہونا ہے، یعنی کوئی حسی چیز جیسے مال و جائداد یا معنوی چیز جیسے علم وفقہ وغیرہ جو باقی رہے اور ایک شخص سے دوسرے شخص کی طرف منتقل ہو۔

جبکہ اس کا مفعولی معنیٰ وہ باقیماندہ چیز ہے جو دوسروں تک منتقل ہونے والی ہو۔

یزید بن مربع انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''كُونُوا عَلَى مَشَاعِرِكُمْ، فَإِنَّكُمْ عَلَى إِرْثٍ مِنْ إِرْثِ إِبْرَاهِيمَ''۔ [1]

اپنے مقامات حج پر رہو، کیونکہ تم ابراہیم علیہ السلام کی ایک میراث پر ہو۔

اور اصطلاح شریعت میں میراث یا وراثت ''میت کے ترکہ'' کو کہا جاتا ہے، یعنی میت اپنے بعد جو بھی مال و جائداد چھوڑ گیا ہو خواہ کم ہو یا زیادہ، وہ اس کی میراث ہے۔

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِ ﴾ [الحدید:۱۰]۔

دراصل آسمانوں اور زمینوں کی میراث کا مالک (تنہا) اللہ ہی ہے۔

اسی طرح نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

---

[1] سنن ترمذی، حدیث: ۸۸۳، ومسند احمد، حدیث: ۱۷۲۳۳، حدیث صحیح ہے، دیکھئے: صحیح الجامع، حدیث: ۴۵۸۶۔

”وَإِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ، وَإِنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوا دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا، وَإِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ“۔[1]

بیشک علماء انبیاء کے وارث ہیں، اور انبیاء نے دینار یا درہم کا وارث نہیں بنایا ہے، بلکہ انہوں نے علم کا وارث بنایا ہے۔

اسی اعتبار سے علم میراث ان شرعی احکام اور حسابی قواعد وضوابط کو کہا جاتا ہے جن سے ہر وارث کا شرعی حق معلوم ہوتا ہے۔[2]

مال کا حقیقی مالک اور وارث اللہ ہے

مال کا حقیقی مالک اور وارث اللہ ہے، اس نے بندوں کو وقتی طور پر بطور عطیہ، ودیعت اور امانت جائز تصرف کے لئے عطا فرمایا ہے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی تمام کائنات کا خالق و مالک ہے اور اس دنیا کے فنا ہونے کے بعد کائنات اور کائنات کی تمام چیزیں اللہ کی طرف لوٹ جائیں گی ،اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

① ﴿وَلِلَّهِ مِيرَاثُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ۗ وَٱللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿١٨٠﴾﴾

[آل عمران:۱۸۰]۔

آسمانوں اور زمین کی میراث اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے اور جو کچھ تم کر رہے ہو، اس سے اللہ تعالیٰ آگاہ ہے۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں علامہ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

---

[1] سنن ابوداود، حدیث:۳۶۴۱، وترمذی، حدیث:۲۶۸۲، ومسند احمد، حدیث:۲۱۷۱۵، دیکھئے: صحیح الجامع، حدیث: ۶۲۹۶۔

[2] دیکھئے: فتح المغیث فی علم المواریث، از عبد اللہ بن حسین الموجان، ص:۱۱، ۱۲، والشرح الکبیر از شیخ الدردیر، ۴/ ۴۵۶، نیز دیکھئے: التحقیقات المرضیۃ، از علامہ صالح فوزان حفظہ اللہ، ص:۱۳۔

’’أي: هو تعالى مالك الملك، وترد جميع الأملاك إلى مالكها، وينقلب العباد من الدنيا ما معهم درهم ولا دينار، ولا غير ذلك من المال‘‘۔ [1]

یعنی اللہ تعالیٰ ساری بادشاہت کا مالک ہے، اور تمام ملکیتیں اس کے مالک کی طرف لوٹائی جائیں گی، بندے دنیا سے اس حالت میں واپس لوٹیں گے کہ ان کے پاس ایک دینار یا درہم ہوگا، نہ کوئی اور مال ہوگا۔

اسی طرح اللہ کا ارشاد ہے:

② ﴿وَلِلَّهِ مِيرَاثُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ﴾ [الحدید:۱۰]۔

دراصل آسمانوں اور زمینوں کی میراث کا مالک (تنہا) اللہ ہی ہے۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

’’أَيْ أَنَّهُمَا رَاجِعَتَانِ إِلَيْهِ بِانْقِرَاضِ مَنْ فِيهِمَا كَرُجُوعِ الْمِيرَاثِ إِلَى الْمُسْتَحِقِّ لَهُ‘‘۔ [2]

یعنی زمین و آسمان میں رہنے والے تمام لوگ ناپید ہو جائیں گے اور زمین و آسمان اللہ کی طرف ایسے ہی لوٹ جائیں گے جیسے میراث اس کے مستحق کی طرف لوٹ جاتی ہے۔

مزید صراحت کے ساتھ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

③ ﴿إِنَّا نَحْنُ نَرِثُ ٱلْأَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا وَإِلَيْنَا يُرْجَعُونَ ۝٤٠﴾ [مریم:۴۰]۔

خود زمین کے اور تمام زمین والوں کے وارث ہم ہی ہوں گے اور سب لوگ ہماری ہی طرف لوٹا کر لائے جائیں گے۔

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

---

[1] تیسیر الکریم الرحمن، ص: ۱۵۸، نیز دیکھئے: فی ظلال القرآن، از سید قطب، ۱/ ۵۸۸۔

[2] تفسیر القرطبی، ۱۷/ ۲۳۹۔

’’ونحن وارثو الأرض ومن عليها من الناس، بفنائهم منها، وبقائها لا مالك لها غيرنا‘‘۔ ①

یقیناً روئے زمین اور اس پر بسنے والے انسانوں کے وارث ہم ہی ہیں، بایں طور کہ وہ روئے زمین سے فنا ہو جائیں گے اور روئے زمین باقی رہے گی، ہمارے سوا اس کا کوئی مالک نہیں ہے۔

اور حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’لَا أَحَدَ يَدّعي مُلْكا وَلَا تَصَرُّفًا، بَلْ هُوَ الْوَارِثُ لِجَمِيعِ خَلْقِهِ، الْبَاقِي بَعْدَهُمْ، الْحَاكِمُ فِيهِمْ‘‘۔ ②

کوئی بھی بادشاہت اور تصرف کا دعویٰ نہیں کر سکتا، بلکہ اللہ ہی اپنی تمام مخلوقات کا وارث ہے، جو ان کے بعد باقی رہنے والا، اُن کے درمیان فیصلہ کرنے والا ہے۔

اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے کئی آیات میں اور نبی کریم ﷺ نے متعدد احادیث میں اس بات کی وضاحت فرمائی ہے کہ بندوں کے ہاتھ میں موجود مال خواہ وہ کسی بھی راستے سے حاصل ہوا ہو، دراصل اللہ کا مال ہے، بس اللہ تعالیٰ نے بغرض استعمال و جائز استفادہ انہیں اپنے مال و وراثت کا وارث بنایا ہے، اس لئے اس میں بے جا تصرف کرنا حرام ہے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

④ ﴿وَءَاتُوهُم مِّن مَّالِ ٱللَّهِ ٱلَّذِىٓ ءَاتَىٰكُمْ﴾ [النور ۳۳]۔

اور اللہ نے جو مال تمہیں دے رکھا ہے اس میں سے انہیں بھی دو۔

علامہ سعدی رحمہ اللہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

---

① جامع البیان، از امام طبری، ۱۸/ ۲۰۲۔

② تفسیر ابن کثیر، ۵/ ۲۳۴۔

’’أي:... أن المال مال الله، وإنما الذي بأيديكم عطية من الله لكم ومحض منه، فأحسنوا لعباد الله، كما أحسن الله إليكم‘‘۔[1]

یعنی درحقیقت مال اللہ کا مال ہے، اور جو تمہارے ہاتھ میں ہے وہ اللہ کی جانب سے تمہارے لئے محض ایک عطیہ ہے، اس لئے جیسے اس نے تم پر احسان کیا ہے تم بھی اللہ کے بندوں پر احسان کرو۔

اور اس بات کی مزید وضاحت اور صراحت اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ہوتی ہے:

⑤ ﴿ءَامِنُواْ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَأَنفِقُواْ مِمَّا جَعَلَكُم مُّسْتَخْلَفِينَ فِيهِ﴾

[الحدید:۷]۔

اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ اور اس مال میں سے خرچ کرو جس میں اللہ نے تمہیں جانشین بنایا ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ ’’اس مال میں سے خرچ کرو جس میں اللہ نے تمہیں جانشین بنایا ہے‘‘ کی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

’’أَيْ مِمَّا هُوَ مَعَكُمْ عَلَى سَبِيلِ الْعَارِيَةِ، فَإِنَّهُ قَدْ كَانَ فِي أَيْدِي مَنْ قَبْلَكُمْ ثُمَّ صَارَ إِلَيْكُمْ، فَأَرْشَدَ تَعَالَى إِلَى اسْتِعْمَالِ مَا اسْتَخْلَفَهُمْ فِيهِ مِنَ الْمَالِ فِي طَاعَتِهِ، فَإِنْ يَفْعَلُوا وَإِلَّا حَاسَبَهُمْ عَلَيْهِ وَعَاقَبَهُمْ لِتَرْكِهِمُ الْوَاجِبَاتِ فِيهِ‘‘۔[2]

یعنی اس مال میں سے خرچ کرو جو تمہارے پاس بطور عاریہ (یعنی ادھار) ہے، کیونکہ وہ پہلے تم سے پیشتر لوگوں کے پاس تھا، پھر تمہارے پاس آ گیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس مال کو اپنی فرمانبرداری میں استعمال کرنے کی رہنمائی فرمائی جس میں انہیں جانشین بنایا ہے، اب

---

[1] تیسیر الکریم الرحمن، از علامہ سعدی، ص:۸۶۸۔

[2] تفسیر ابن کثیر، ۸/۱۱۔

اگر وہ ایسا کریں تو ٹھیک، ورنہ اللہ تعالیٰ ان کا محاسبہ کرے گا اور اس بارے میں واجبات کے ترک پر انہیں سزا دے گا۔

⑥ اسی طرح خولہ انصاریہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

”إِنَّ رِجَالًا يَتَخَوَّضُونَ فِي مَالِ اللَّهِ بِغَيْرِ حَقٍّ، فَلَهُمُ النَّارُ يَوْمَ القِيَامَةِ“۔ [1]

یقیناً جو لوگ اللہ کے مال میں ناحق تصرف کرتے ہیں، قیامت کے دن ان کے لئے جہنم ہے۔

چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مال کی اضافت اللہ کی طرف کرتے ہوئے اُسے ”اللہ کا مال“ سے تعبیر فرمایا ہے، تاکہ انسان کو یہ شعور و آگہی پیدا ہو کہ اس کے ہاتھ میں جو مال ہے وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کا ہے، اس کے پاس محض بطور ودیعت و امانت ہے۔

⑦ اسی طرح عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک اعرابی سے فرمایا:

”الْمَالُ مَالُ اللَّهِ، وَالْعِبَادُ عِبَادُ اللَّهِ“۔ [2]

مال درحقیقت اللہ ہی کا مال ہے اور بندے اللہ ہی کے بندے ہیں۔

ان آیات واحادیث اور اثر سے یہ بات روز روشن کی طرح نمایاں ہے کہ مال حقیقت میں اللہ کی ملکیت و وراثت ہے، ہمیں محض بطور ودیعت و امانت حسب ضرورت زندگی کی ضروریات میں استعمال کرنے کے لئے دیا گیا ہے، لہٰذا میت سے حاصل ہونے والا مال شریعت کی روشنی میں اس کے سچے مستحقین کا ہے، جو انہیں ملنا چاہئے، پھر ان کی موت کے بعد وہ مال ان کے

---

[1] صحیح بخاری، حدیث: ۳۱۱۸، نیز مزید دلائل کے لئے دیکھئے: صحیح بخاری، حدیث: ۳۱۴۹، وسنن ابو داود، حدیث: ۱۷۰۹۔

[2] الأموال لابن زنجویہ، ۲/ ۶۶۸ نمبر (۱۱۱۰)، نیز دیکھئے: فتح الباری لابن حجر رحمہ اللہ، ۶/ ۱۷۷۔

وارثین کا حق ہے، جو اسلامی نظام وراثت کے مطابق انہیں ملے گا، یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہے گا ۔۔۔تا آنکہ قیام قیامت کے وقت یہ سارا مال اللہ کی طرف لوٹ جائے جو اس کا حقیقی خالق ومالک اور اصلی وارث ہے، اس لئے مال کی بے جا ہوس اور لالچ کے سبب حقداروں کو میراث کے شرعی حق سے محروم کرنا ظلم، ناانصافی، بربریت، جاہلیت اور انارکی ہے، جس سے بچنا ضروری ہے۔

میت کے ترکہ میں تمام مرد وخواتین وارثین کا حق ہے

میت کے چھوڑے ہوئے مال میں اس کے تمام مذکر ومونث وارثین کا حق ہے جو شرعی اصولوں کے مطابق اس کے وارث ہوتے ہوں، اس سلسلہ میں اللہ عز وجل کا ارشاد ہے:

① ﴿لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ ٱلْوَٰلِدَانِ وَٱلْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ ٱلْوَٰلِدَانِ وَٱلْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ ۚ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ﴿٧﴾﴾ [النساء:۷]۔

ماں باپ اور خویش واقارب کے ترکہ میں مردوں کا حصہ بھی ہے اور عورتوں کا بھی۔(جو مال ماں باپ اور خویش واقارب چھوڑ کر مریں) خواہ وہ مال کم ہو یا زیادہ (اس میں) حصہ مقرر کیا ہوا ہے۔

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”يعني بذلك تعالى ذكره: للذكور من أولاد الرجل الميّت حصة من ميراثه، وللإناث منهم حصة منه، من قليل ما خلّف بعده وكثيره، حصة مفروضة، واجبةٌ معلومة مؤقتة“۔[1]

[1] جامع البیان، از امام طبری، ۷/ ۵۹۷۔

اس سے اللہ تعالیٰ کا مقصد یہ ہے کہ میت کی میراث میں وہ اپنے بعد جو بھی کم یا زیادہ چھوڑ گیا ہو، اس کی مذکر اولاد کا بھی حصہ ہے اور اس کی مونث اولاد کا بھی حصہ ہے' یہ حصہ طے شدہ، واجب، معلوم اور مقرر ہے۔

علامہ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''كان العرب في الجاهلية من جبروتهم وقسوتهم لا يورثون الضعفاء كالنساء والصبيان، ويجعلون الميراث للرجال الأقوياء لأنهم – بزعمهم – أهل الحرب والقتال والنهب والسلب، فأراد الرب الرحيم الحكيم أن يشرع لعباده شرعًا، يستوي فيه رجالهم ونساؤهم، وأقوياؤهم وضعفاؤهم''۔ [1]

عرب کے لوگ جاہلیت میں اپنے جبر واستبداد اور قساوت قلبی کی بنا پر کمزوروں یعنی عورتوں اور بچوں کو میراث میں حق نہیں دیتے تھے، بلکہ میراث طاقتور مردوں کو سونپ دیتے تھے کیونکہ -بزعم خویش- وہ لڑنے بھڑنے والے اور لوٹ کھسوٹ کرنے والے تھے، بنا بریں حکمت والے پروردگار نے چاہا کہ اپنے بندوں کے لئے ایسے احکام مشروع فرمائے جس میں مرد وعورت اور طاقتور وکمزور سب برابر ہوں۔

نیز ارشاد ہے:

② ﴿يُوصِيكُمُ ٱللَّهُ فِىٓ أَوۡلَٰدِكُمۡۖ لِلذَّكَرِ مِثۡلُ حَظِّ ٱلۡأُنثَيَيۡنِۚ فَإِن كُنَّ نِسَآءً فَوۡقَ ٱثۡنَتَيۡنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَۖ وَإِن كَانَتۡ وَٰحِدَةً فَلَهَا ٱلنِّصۡفُۚ ...﴾ [النساء:۱۱،۱۲]۔

اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں حکم کرتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے اور اگر صرف لڑکیاں ہی ہوں اور دو سے زیادہ ہوں تو انہیں مال متروکہ کا

---

[1] تیسیر الکریم الرحمن، ص:۱۶۵۔

دوتہائی ملے گا۔اور اگر ایک ہی لڑکی ہوتو اس کے لئے آدھا ہے۔

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''يعهد إليكم ربكم إذا مات الميت منكم وخلّف أولادًا ذكورًا وإناثًا، فلولده الذكور والإناث ميراثه أجمع بينهم، للذكر منهم مثل حظ الأنثيين، إذا لم يكن له وارث غيرهم، سواء فيه صغار ولده وكبارهم وإناثهم، في أن جميع ذلك بينهم، للذكر مثل حظ الأنثيين''۔ [1]

تمہارا رب تمہیں تاکید کر رہا ہے کہ جب تم میں سے کسی کی موت ہو جائے اور وہ اپنے بعد مذکر ومونث اولاد چھوڑ جائے، تو اس کی ساری میراث اس کے بیٹے بیٹیوں کے درمیان 'مذکر کے لئے دو مونث کے حصہ کے برابر' کے اعتبار سے تقسیم ہوگی، بشرطیکہ ان کے علاوہ اُس کا کوئی اور وارث نہ ہو! اس حکم میں اس کے چھوٹے بڑے اور مذکر ومونث سارے بچے برابر ہیں، کہ سارا مال ان کے درمیان ''مذکر کے لئے دو مونث کے حصہ کے برابر'' کے اعتبار سے تقسیم ہوگا۔

اور امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''هَذِهِ الْآيَةُ الْكَرِيمَةُ وَالَّتِي بَعْدَهَا وَالْآيَةُ الَّتِي هِيَ خَاتِمَةُ هَذِهِ السُّورَةِ هُنَّ آيَاتُ عِلْمِ الْفَرَائِضِ، وَهُوَ مُسْتَنْبَطٌ مِنْ هَذِهِ الْآيَاتِ الثَّلَاثِ''۔ [2]

یہ آیت، اس کے بعد کی آیت اور اس سورت کی آخری آیت' یہی علم فرائض کی آیتیں ہیں، یہ علم انہی تین آیات سے لیا گیا ہے۔

اور اس علم کی اہمیت کا عظیم الشان پہلو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وراثت کے احکام کو خود ہی تفصیل سے بیان فرمایا ہے، اس کی وضاحت کسی نبی یا فرشتے کے سپرد نہیں فرمائی ہے۔

---

[1] جامع البیان، از امام طبری، ۷ / ۶۲۲۔

[2] تفسیر ابن کثیر، ۲ / ۲۲۴، نیز دیکھئے: تیسیر الکریم الرحمن، از سعدی، ص:۱۶۶۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے اپنی متعدد احادیث میں بیان فرمایا ہے کہ جو شخص مال چھوڑ کر وفات پائے، وہ اس کے وارثین کا ہے اور انہیں اپنا حق وراثت لینا چاہئے۔

③ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''مَا مِنْ مُؤْمِنٍ إِلَّا وَأَنَا أَوْلَى بِهِ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ، اقْرَءُوا إِنْ شِئْتُمْ: ﴿ٱلنَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِٱلْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ﴾ [الأحزاب:٦]، فَأَيُّمَا مُؤْمِنٍ مَاتَ وَتَرَكَ مَالًا فَلْيَرِثْهُ عَصَبَتُهُ مَنْ كَانُوا، وَمَنْ تَرَكَ دَيْنًا أَوْ ضَيَاعًا، فَلْيَأْتِنِي فَأَنَا مَوْلَاهُ''۔ [1]

میں دنیا و آخرت میں ہر مومن کا سب سے زیادہ حقدار ہوں، اگر چاہو تو اللہ کا یہ فرمان پڑھ لو: (نبی مومنوں پر خود ان سے بھی زیادہ حق رکھنے والے ہیں) اس لئے جس مومن کی موت ہو جائے اور وہ مال چھوڑ جائے تو اس کے جو بھی عصبہ (قریبی رشتہ دار) ہوں اس کے وارث بنیں، اور جو قرض چھوڑ جائے (جس کی ادائیگی نہ ہوئی ہو) یا بال بچے چھوڑ جائے (جن کے اخراجات کا انتظام نہ ہو) وہ میرے پاس آئے میں اس کا ذمہ دار ہوں۔

④ اسی طرح نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''مَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهِ''۔ [2]

جس نے کوئی مال چھوڑا، وہ اس کے وارثین کا ہے۔

⑤ ایسے ہی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

---

① صحیح بخاری، حدیث: ۲۳۹۹، و ۶۷۳۱۔

② صحیح بخاری، حدیث (۲۲۹۸، ۲۳۹۸، ۵۳۷۱، وصحیح مسلم، ۱۶۱۹، وغیرہ۔

''أَلْحِقُوا الفَرَائِضَ بِأَهْلِهَا، فَمَا بَقِيَ فَهُوَ لِأَوْلَى رَجُلٍ ذَكَرٍ''۔ [1]

یعنی اللہ کی کتاب میں مقرر کردہ حصے ان کے مستحقین کو دیدو، پھر جو باقی بچے وہ میت کے سب سے قریبی مرد رشتہ دار کا ہے۔

اور صحیح مسلم میں حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

''اقْسِمُوا الْمَالَ بَيْنَ أَهْلِ الْفَرَائِضِ عَلَى كِتَابِ اللهِ، فَمَا تَرَكَتِ الْفَرَائِضُ فَلِأَوْلَى رَجُلٍ ذَكَرٍ''۔ [2]

میت کا مال کتاب اللہ کی روشنی میں مقررہ حصوں والے وارثین کے درمیان تقسیم کردو، پھر مقررہ حصوں کے بعد جو باقی بچے وہ میت کے سب سے قریبی مرد کا ہے۔

⑥ اسی طرح نبی کریم نے ارشاد فرمایا ہے:

''إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَعْطَى كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ فَلَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ''۔ [3]

بیشک اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار کو اس کا حق دے دیا ہے، اس لئے کسی وارث کے لئے وصیت نہیں ہے۔

ان آیات و احادیث سے واضح ہے کہ میت کا ترکہ (چھوڑا ہوا مال) اس کے تمام مرد وخواتین ورثاء میں قرآن کریم کی روشنی میں تقسیم ہوگا، پہلے مقررہ حصوں والے وارثین (یعنی نصف، چوتھائی، آٹھواں حصہ، دو تہائی، ایک تہائی اور چھٹا حصہ پانے والوں) کو دیا جائے گا، پھر باقی مال میت کے قریب ترین مرد رشتہ دار کو دیا جائے گا۔

---

[1] صحیح بخاری، حدیث: ۶۷۳۲۔

[2] صحیح مسلم، حدیث: ۱۶۱۵۔

[3] سنن ابو داود، حدیث نمبر: ۲۸۷۰، ۳۵۶۵، وسنن ترمذی، حدیث: ۲۱۲۰، ۲۱۲۱، وسنن نسائی، حدیث: ۳۶۴۱، ۳۶۴۳، وسنن ابن ماجہ، حدیث: ۲۷۱۳، ۲۷۱۴، ومسند احمد، حدیث: ۱۷۶۶۵۔ اسے علامہ البانی رحمہ اللہ نے اپنی تحقیقات میں اور مسند احمد کے محققین نے صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے: صحیح الجامع، حدیث: ۱۷۸۸، ۱۷۸۹۔

عورتوں کی میراث اور جاہلیت کا ظالمانہ طریقہ

دور جاہلیت میں جہاں ہر طرح کی بے ایمانی، بدعملی اور انارکی رواتھی' ہر طرح کی صالح قدریں ناپید تھیں وہیں صنف نازک اور معصوم بچوں کے ساتھ ظلم وجور اور رندانہ بربریت کا یہ ناسور بھی کھلے عام موجود تھا کہ انہیں میت کی وراثت اور ترکہ سے بالکلیہ محروم کردیا جاتا تھا۔ بایں طورکہ میت کا مال اس کے بڑے بیٹے کی طرف منتقل ہو جاتا تھا، اور اگر وہ نہ ہوتو اُس کے بھائی یا چچا کو ملتا تھا، مگر وہ چھوٹے بچوں یا بچیوں اور اسی طرح عورتوں کو وراثت میں سرے سے حق نہیں دیتے تھے، اور اس سلسلہ میں ان کا ظالمانہ اصول یہ تھا کہ ''چونکہ عورتیں اور چھوٹے بچے نہ مال واولاد، کنبہ قبیلہ، عزت وآبرو وغیرہ کی حفاظت کرتے ہیں نہ ہی لڑتے اور مال غنیمت حاصل کرتے ہیں'' اس لئے وراثت میں ان کا کوئی حق نہیں ہے!

یہی وجہ ہے کہ جب میراث کے احکام اترے اور اس میں عورتوں کو مختلف حیثیتوں سے حق دیا گیا تو بعض لوگوں کو ناگوار ہوا اور اس سلسلہ میں وہ اپنے قدیم ظالمانہ اصول کی باتیں کرنے لگے، اس کا اندازہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس روایت سے لگایا جاسکتا ہے، فرماتے ہیں:

''لما نزلت الفرائض التي فرض الله فيها ما فرض للولد الذكر والأنثى والأبوين، كرهها الناس أو بعضهم، وقالوا: ''تعطى المرأة الربع والثمن، وتعطى الابنة النصف، ويعطى الغلام الصغير، وليس من هؤلاء أحد يقاتل القوم ولا يحوز الغنيمة!! اسكتوا عن هذا الحديث لعلّ رسول الله صلى الله عليه وسلم ينساه، أو نقول له فيغيِّره''. فقال بعضهم: يا رسول الله، أنعطي الجارية نصف ما ترك أبوها، وليست تركب الفرس ولا تقاتل القوم، ونعطي الصبيَّ الميراث وليس يغني شيئًا؟! وكانوا يفعلون ذلك في الجاهلية،

لا یعطون المیراث إلا من قاتل، یعطونه الأکبر فالأکبر‘‘۔[1]

جب میراث کے احکام جسے اللہ تعالیٰ نے بیٹا، بیٹی اور والدین کے لئے مقرر فرمائے ہیں، نازل ہوئے تو لوگوں کو یا کچھ لوگوں کو پسند نہ آیا، وہ کہنے لگے: کیا بیوی کو مال کا ایک چوتھائی اور آٹھواں حصہ دیا جائے گا، اور بیٹی کو آدھا مال دیا جائے گا، اور چھوٹے بچے کو بھی دیا جائے گا، جبکہ اِن میں سے کوئی بھی دشمن سے لڑ سکتا ہے، نہ مال غنیمت حاصل کر سکتا ہے!! اس حدیث سے خاموشی اختیار کرو، ہوسکتا ہے رسول اللہ ﷺ اسے بھول جائیں، یا ہم ان سے کہیں تو وہ اِسے بدل دیں!! چنانچہ ان میں سے کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم لڑکی کو اس کے باپ کے ترکہ کا آدھا حصہ دیں، جبکہ وہ گھوڑے پر سوار ہو سکتی ہے نہ دشمن سے لڑ سکتی ہے، اور چھوٹے بچے کو بھی دیں جو کچھ بھی نہیں کر سکتا؟! وہ لوگ جاہلیت میں ایسا ہی کیا کرتے تھے، میراث اُسی کو دیتے تھے جو دشمن سے لڑتا تھا، یعنی سب سے بڑے کو دیتے تھے اور اس کی عدم موجودگی کی صورت میں اس کے بعد والے کو دیتے تھے۔

آیات میراث کا شان نزول اور عورتوں کا حصہ

اسلام نے زمانۂ جاہلیت میں ناتواں عورت پر ہونے والے بے شمار ظلم و جور، انارکی اور درندگی کے رویوں کا خاتمہ کیا ہے اور انہیں ان کا شایان شان عادلانہ حق دلایا ہے، اس کی ایک نمایاں مثال اسلام کا عادلانہ قانون وراثت بھی ہے، جس میں اللہ نے عورتوں کو جاہلیت کی بربریت سے آزاد فرما کر انہیں مختلف رشتوں کے اعتبار سے منصفانہ حق عطا فرمایا!

یہی نہیں بلکہ کتب تفاسیر اور احادیث وسیر کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آیات میراث

---

[1] جامع البیان، از امام ابن جریر طبری، ۷/ ۳۲، نمبر: ۸۷۲۶۔

اور احکام فرائض کے نزول کا سبب عورتیں ہی ہیں، یہ آیتیں جاہلیت کے ظالمانہ نظام وراثت کا خاتمہ کر کے انہیں حق وراثت دلانے کے لئے ہی اتری ہیں، جیسا کہ بیشتر اسباب نزول کا نتیجہ یہی ہے، اور یہی معقول بھی ہے کیونکہ مرد حضرات تو وارث ہوتے ہی تھے اُن کا کوئی مسئلہ نہیں تھا، البتہ اس سلسلہ میں بڑے چھوٹے، طاقتور کمزور، کسب معاش اور جنگ وقتال وغیرہ جیسے غیر فطری پیمانوں کی بے اعتدالیوں کا بھی خاتمہ کیا گیا۔

آیات میراث کے شان نزول کے سلسلہ میں چند روایتیں ملاحظہ فرمائیں:

① محمد بن المنکدر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا:

''دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ وَأَنَا مَرِيضٌ، فَدَعَا بِوَضُوءٍ فَتَوَضَّأَ، ثُمَّ نَضَحَ عَلَيَّ مِنْ وَضُوئِهِ فَأَفَقْتُ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّمَا لِي أَخَوَاتٌ، فَنَزَلَتْ آيَةُ الفَرَائِضِ''۔ [1]

کہ نبی کریم ﷺ میرے پاس تشریف لائے، درانحالیکہ میں بیمار (اور بیہوش تھا) تھا، تو آپ نے وضو کا پانی منگوایا، اس سے وضو کیا، پھر اپنے وضو کے پانی سے مجھ پر چھینٹا مارا تو مجھے ہوش آیا، میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! دراصل میری کئی بہنیں ہیں (ان کی وراثت کا کیا ہوگا؟)، تو اس پر فرائض کی آیت نازل ہوئی۔

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ جابر رضی اللہ عنہ نے **بہنوں کی وراثت** [2] کا مسئلہ پیش کیا،

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الفرائض، باب میراث الأخوات والاخوۃ، ۸ / ۱۵۲، حدیث: ۶۷۴۳، وصحیح مسلم، کتاب الفرائض، باب میراث الکلالۃ، ۳ / ۱۲۳۴، حدیث: ۱۶۱۶، نیز دیکھئے: سنن أبو داود، حدیث: ۲۸۸۶۔

[2] سنن ابو داود کی روایت میں سات بہنوں اور ترمذی کی روایت میں نو بہنوں کا ذکر ہے، دیکھئے: سنن ابو داود، حدیث: ۲۸۸۷، وجامع ترمذی، حدیث: ۲۰۹۰، اور آیت میراث سے کلالہ والی آیت کریمہ مراد ہے۔

تو اس پر میراث کی آیتیں نازل ہوئیں۔

② عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَتْ امْرَأَةُ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ بِابْنَتَيْهَا مِنْ سَعْدٍ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، هَاتَانِ ابْنَتَا سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ، قُتِلَ أَبُوهُمَا مَعَكَ يَوْمَ أُحُدٍ شَهِيدًا، وَإِنَّ عَمَّهُمَا أَخَذَ مَالَهُمَا، فَلَمْ يَدَعْ لَهُمَا مَالًا وَلَا تُنْكَحَانِ إِلَّا وَلَهُمَا مَالٌ، قَالَ: ''**يَقْضِي اللَّهُ فِي ذَلِكَ**'' فَنَزَلَتْ: آيَةُ الْمِيرَاثِ، فَبَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى عَمِّهِمَا، فَقَالَ: ''**أَعْطِ ابْنَتَيْ سَعْدٍ الثُّلُثَيْنِ، وَأَعْطِ أُمَّهُمَا الثُّمُنَ، وَمَا بَقِيَ فَهُوَ لَكَ**''۔ [1]

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: سعد بن الربیع رضی اللہ عنہ کی بیوی اپنی دو بیٹیوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئیں، کہنے لگیں: اے اللہ کے رسول! یہ دونوں سعد بن الربیع رضی اللہ عنہ کی بیٹیاں ہیں، ان دونوں کے والد (سعد) آپ کے ساتھ جنگ احد میں شہید ہو گئے ہیں، اور ان کے چچا نے ان دونوں کا حق وراثت ہڑپ کر لیا ہے، ان کے لئے کچھ بھی نہیں چھوڑا، اور ان دونوں کا نکاح اسی وقت ہو سکتا ہے جب ان کے پاس مال ہو!! آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس بارے میں فیصلہ فرمائے گا۔ چنانچہ اس پر میراث کی آیت اُتری، تو رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں کے چچا کو بلوایا اور ان سے کہا: سعد کی دونوں بیٹیوں کو دو تہائی مال دو، اور ان کی ماں کو آٹھواں حصہ دو، اس کے بعد جو باقی بچے وہ تمہارا ہے۔

---

[1] سنن ترمذی، ابواب الفرائض، باب ما جاء فی میراث البنات، ۴/ ۴۱۴، حدیث: ۲۰۹۲، وسنن ابو داود، حدیث: ۲۸۹۱، ۲۸۹۲، وسنن ابن ماجہ، حدیث: ۲۰۷۲، ومسند احمد، حدیث: ۱۴۷۹۸، ومستدرک حاکم، حدیث: ۷۹۵۴، ۷۹۹۵۔ نیز دیکھئے: تفسیر بغوی، ۱/ ۵۷۹، اثر نمبر: ۵۳۸۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ دیکھئے: صحیح سنن ترمذی، وابو داود، وابن ماجہ (مذکورہ نمبرات)، نیز دیکھئے: إرواء الغلیل، ۶/ ۱۲۱، حدیث: ۱۶۷۷۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ **بیٹی اور بیوی کا حق وراثت** دلانے کے لئے آیت میراث کا نزول ہوا ہے، جن کا حق متوفی کے بھائی نے ہڑپ کر لیا تھا۔

امام بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''فهو أَوَّلُ مِيرَاثٍ قُسِّمَ فِي الْإِسْلَامِ''۔ [1]

یہ پہلی میراث تھی جو اسلام میں تقسیم کی گئی۔

③ امام بغوی رحمہ اللہ (۵۱۰ھ) فرماتے ہیں:

فرمان باری: ﴿لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ ٱلْوَٰلِدَانِ وَٱلْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ ٱلْوَٰلِدَانِ وَٱلْأَقْرَبُونَ﴾ [النساء:۷]۔

اوس بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے بارے میں اترا، ان کی وفات ہوگئی، انہوں نے پسماندگان میں ایک بیوی جسے ام کجہ کہا جاتا تھا اور تین بیٹیاں چھوڑیں، چنانچہ دو لوگ کھڑے ہوئے، یہ دونوں میت کے چچازاد بھائی اور اس کے وصیّ (وصیت کردہ) سوید اور عرفجہ تھے، اور ان دونوں نے اوس کا سارا مال لے لیا، اُن کی بیوی اور بیٹیوں کو کچھ بھی نہ دیا، وہ لوگ جاہلیت میں عورتوں اور چھوٹے بچوں (خواہ مذکر ہی ہوں) کو وراثت میں کچھ نہیں دیتے تھے بلکہ صرف مردوں کو وارث بناتے تھے، کہتے تھے: ہم صرف انہی کو دیں گے جو دشمن سے لڑے اور مال غنیمت سمیٹ کر لائے! بہرکیف ام کجہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اوس بن ثابت کی وفات ہوگئی ہے، انہوں نے میرے ذمے تین بیٹیاں چھوڑی ہیں اور میں ان کی بیوی ہوں، اور میرے پاس ان بیٹیوں پر خرچ کرنے کے لئے کچھ بھی نہیں ہے، حالانکہ ان کے باپ نے اچھا خاصا مال چھوڑا ہے، مگر اسے سوید اور عرفجہ نے لے لیا ہے، مجھے اور میری بیٹیوں کو کچھ نہیں دیا ہے، جبکہ بیٹیاں میری ہی نگرانی اور

[1] تفسیر بغوی، ۱/ ۵۷۹۔

ذمہ داری میں ہیں، ان کے کھانے پینے کے لئے کچھ نہیں ہے! تو رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں کو بلوا کر اس کا سبب پوچھا!! انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اس کا لڑکا گھوڑے پر سوار ہوسکتا ہے نہ کسی مجبور کا بوجھ اٹھا سکتا ہے، نہ دشمن کی سرکوبی کرسکتا ہے (اس لئے میراث میں اس کا حق نہیں ہے)!

اس پر اللہ تعالیٰ نے مردوں کے لئے حکم اتارا: ''یعنی میت کی مذکر اولاد اور اس کے اقارب کا والدین اور قریبی رشتہ داروں کی چھوڑی ہوئی میراث میں حصہ ہے۔ اسی طرح عورتوں کے لئے بھی حکم نازل فرمایا: کہ میت کی مونث اولاد کا بھی والدین اور قریبی رشتہ داروں کی چھوڑی ہوئی میراث میں حصہ ہے۔ خواہ چھوڑا ہوا مال کم ہو یا زیادہ، ایک طے شدہ مقرر حصہ دونوں کا ہے۔... اور کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں صرف اتنا بتایا ہے کہ حصہ ملنا ہے، یعنی میراث میں عورتوں کا حصہ ثابت کر دیا، البتہ یہ نہیں بتلایا کہ اس کی مقدار کتنی ہے؟ لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے سوید اور عرفجہ کو کہلا بھیجا کہ اوس بن ثابت رضی اللہ عنہ کے مال میں کسی طرح کا بٹوارہ نہیں کرنا، اس میں سے کچھ بھی الگ نہ کرنا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اوس کے ترکہ میں اس کی بیٹیوں کا حصہ رکھا ہے، لیکن بیان نہیں کیا ہے کہ اس کی مقدار کتنی ہے، اس لئے مجھے دیکھنے دو کہ ان کی بیٹیوں کے بارے میں کیا اترتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ اتاری:

﴿يُوصِيكُمُ ٱللَّهُ فِيٓ أَوۡلَٰدِكُمۡۖ لِلذَّكَرِ مِثۡلُ حَظِّ ٱلۡأُنثَيَيۡنِۚ فَإِن كُنَّ نِسَآءٗ فَوۡقَ ٱثۡنَتَيۡنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَۖ وَإِن كَانَتۡ وَٰحِدَةٗ فَلَهَا ٱلنِّصۡفُۚ﴾ [النساء:۱۱]۔

اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں حکم کرتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے اور اگر صرف لڑکیاں ہی ہوں اور دو سے زیادہ ہوں تو انہیں مال متروکہ کا دو تہائی ملے گا۔ اور اگر ایک ہی لڑکی ہو تو اس کے لئے آدھا ہے۔

جب آیتیں اتر گئیں تو رسول اللہ ﷺ نے سوید اور عرفجہ کو کہلا بھیجا کہ: اوس کے ترکہ کا آٹھواں حصہ ام کجہ کو دیدو، دو تہائی حصہ ان کی بیٹیوں کو دیدو اور باقی مال تمہارا ہے۔ [1]

اس واقعہ سے بھی واضح ہے کہ آیت میراث کا نزول بیٹی اور بیوی کا حق وراثت دلانے کے لئے ہوا۔

④ حافظ ابن جریر طبری رحمہ اللہ اس آیت کے شان نزول کے بارے میں امام سدی رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

جاہلیت میں لوگ لڑکیوں اور چھوٹے بچوں کو وراثت میں حصہ نہیں دیتے تھے، میت کا وہی لڑکا وارث ہوتا تھا جسے لڑائی کی طاقت ہو، چنانچہ شاعر رسول حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے بھائی عبد الرحمن کی وفات ہوئی، انہوں نے اپنے پیچھے ایک بیوی جسے ام کجہ کہا جاتا تھا اور پانچ بہنیں چھوڑیں، وفات کے بعد وارثین آ کر اُن کا مال لینے لگے، اُم کجہ نے نبی کریم ﷺ سے اس بات کی شکایت کی، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ اتاری:

﴿فَإِن كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ ٱثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۖ وَإِن كَانَتْ وَٰحِدَةً فَلَهَا ٱلنِّصْفُ ۚ﴾ [النساء:۱۱]۔

اور اگر صرف لڑکیاں ہی ہوں اور دو سے زیادہ ہوں تو انہیں مال متروکہ کا دو تہائی ملے گا۔ اور اگر ایک ہی لڑکی ہو تو اس کے لئے آدھا ہے۔

اور اُمِّ کُجّہ کے بارے میں فرمایا:

﴿وَلَهُنَّ ٱلرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِن لَّمْ يَكُن لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ فَإِن

---

[1] تفسیر البغوی، ۱/ ۵۷۱، ۵۷۲، نمبر: ۵۳۰، وتفسیر قرطبی، ۵/ ۴۶، ۴۷، نیز دیکھئے: تفسیر ابن جریر طبری، ۷/ ۵۸۹، نمبر: ۸۶۵۶، نیز دیکھئے: نیز دیکھئے: الاصابة فی تمییز الصحابة، از حافظ ابن حجر، ۸/ ۴۵۶، سیرت نمبر: ۱۲۲۲۱، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے۔ و ۱/ ۲۹۳، نمبر: ۳۱۸۔

كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ ٱلثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُم ﴾ [النساء:١٢]۔

اور جو (ترکہ) تم چھوڑ جاؤ اس میں ان (بیویوں) کے لئے چوتھائی ہے، اگر تمہاری اولاد نہ ہو اور اگر تمہاری اولاد ہو تو پھر انہیں تمہارے ترکہ کا آٹھواں حصہ ملے گا۔ [1]

اس واقعہ میں بھی واضح ہے کہ متوفیٰ کی بیوی اور بہنوں کا حق وراثت دلانے کے لئے آیت میراث کا نزول ہوا۔

⑤ اسی طرح اس کے شان نزول میں مفسرین سلف مثلاً قتادہ، عکرمہ، مجاہد، سعید بن جبیر رحمہم اللہ سے کسی خصوصی سبب کے بغیر عمومی طور پر بھی وارد ہے کہ اہل جاہلیت بیٹیوں، بہنوں اور بالعموم عورتوں اور چھوٹے بچوں کو وراثت میں حصہ نہیں دیتے تھے، بلکہ میت کے لڑکے، یا بھائی یا بھتیجے یا دور کے مرد رشتہ دار ہی پورا ترکہ ہتھیا لیتے تھے۔ لہٰذا اس ظلم کا خاتمہ کرنے اور عورتوں کو ان کا جائز حق دینے کے لئے اللہ عزوجل نے یہ میراث کی آیتیں نازل فرمائیں۔ [2]

خلاصۂ کلام یہ کہ آیات میراث کے نزول کا بنیادی سبب عورتیں ہیں' خواہ اس کے خصوصی اسباب ہوں یا عمومی سبب۔ اسی لئے ان آیات کے نزول کے سلسلہ میں وارد چند عمومی وخصوصی اسباب کا ذکر کرنے کے بعد امام ابراہیم بن عمر بقاعی رحمہ اللہ (٨٨٥ھ) فرماتے ہیں:

''فجميع هذه الروايات - كما ترى - ناطقة بأن سبب نزول آيات الميراث **النساء**، ويمكن أن يكون المجموع سبباً - والله أعلم؛ وذلك كما أن سبب إنزال

---

① جامع البیان، از حافظ ابن جریر طبری، ٧/ ٣١، اثر نمبر: ٨٧٢٥، وتفسیر ابن أبو حاتم، ٣/ ٨٨١، اثر نمبر: ٤٨٩٤۔ نیز دیکھئے: الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، از حافظ ابن حجر، ٨/ ٤٥٧، سیرت نمبر: ١٢٢٢١ کے تحت۔ نیز حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے حسان بن ثابت کے عبد الرحمن نامی کسی بھائی کے بارے میں شک ظاہر کیا ہے، ان کا خیال ہے کہ یہ واقعہ کسی اور کے بارے میں ہے، ملاحظہ فرمائیں: الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ٤/ ٢٤٨، سیرت نمبر: ٥١٠٧۔

② دیکھئے: جامع البیان، از امام ابن جریر طبری، ٧/ ٥٩٧، اثر نمبر: ٨٦٥٥، و٨/ ٢٧٦، نمبر: ٩٢٥٢، و٩/ ٢٥٦، نمبر: ١٠٥٤٧، ١٠٥٤٨، وتفسیر ابن أبی حاتم، ٣/ ٨٧٢، نمبر: ٤٨٤٣۔

الفرائض في التوراة كان **النساء** أيضاً‘‘۔ [1]

یعنی یہ ساری روایتیں - جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں - اس بارے میں دوٹوک ہیں کہ آیات میراث کے نزول کا اصل سبب **عورتیں** ہی ہیں، اور ممکن ہے مجموعی طور پر یہ تمام ہی اسباب رہے ہوں، واللہ أعلم؛ اس لئے کہ تورات میں احکام میراث کے نزول کا سبب بھی **عورتیں** ہی تھیں۔

⑥ اس کے علاوہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور بعض تابعین سے وارد ہے کہ آغاز اسلام میں نظام یہ تھا کہ میت کا مال اولاد کا ہوتا تھا اور والدین کے لئے وصیت کی جاتی تھی، جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِن تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ ۖ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ ﴿١٨٠﴾﴾ [البقرة:۱۸۰]۔

تم پر فرض کر دیا گیا ہے کہ جب تم میں سے کوئی مرنے لگے اور مال چھوڑ جاتا ہو تو اپنے ماں باپ اور قرابت داروں کے لئے اچھائی کے ساتھ وصیت کر جائے، پرہیز گاروں پر یہ حق اور ثابت ہے۔

مگر آیت میراث کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے یہ حکم منسوخ کر دیا۔

چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

’’كَانَ المَالُ لِلْوَلَدِ، وَكَانَتِ الوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ، فَنَسَخَ اللَّهُ مِنْ ذَلِكَ مَا أَحَبَّ، فَجَعَلَ لِلذَّكَرِ مِثْلَ حَظِّ الأُنْثَيَيْنِ، وَجَعَلَ لِلْأَبَوَيْنِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسَ، وَجَعَلَ لِلْمَرْأَةِ الثُّمُنَ وَالرُّبُعَ، وَلِلزَّوْجِ الشَّطْرَ وَالرُّبُعَ‘‘۔ [2]

---

[1] دیکھئے: نظم الدرر في تناسب الآیات والسور، ۵ / ۲۴۶، از امام ابراہیم بن عمر البقاعی۔

[2] صحیح بخاری، حدیث: ۶۷۳۹، و ۲۷۴۷، و ۴۵۷۸۔ نیز دیکھئے: سنن أبو داود، حدیث: ۲۸۶۹، وسنن دارمی، حدیث: ۳۳۰۶۔

پہلے مال اولاد کا ہوتا تھا اور والدین کے لئے وصیت ہوا کرتی تھی، پھر اللہ تعالیٰ نے اس میں سے جو چاہا منسوخ کر دیا، چنانچہ اللہ نے مذکر کے لئے دو مونث کے حصہ کے برابر کر دیا، اور والدین میں سے ہر ایک کے لئے چھٹا حصہ مقرر فرمایا، اور بیوی کے لئے آٹھواں حصہ اور ایک چوتھائی مقرر کیا، اسی طرح شوہر کے لئے آدھا اور ایک چوتھائی مقرر فرمایا۔

سنت رسول میں عورتوں کی میراث کے چند شواہد

یوں تو آیات میراث کے سبب نزول کے تحت ذکر کردہ باتوں سے واضح ہو چکا ہے کہ اسلام نے عورتوں کو ان کے والدین اور اقارب کے ترکہ میں حصہ دار بنایا ہے، اور آیات میراث میں اللہ تعالیٰ نے خود ہی عورتوں کی بہن، بیٹی، بیوی اور ماں وغیرہ حیثیتوں کا ذکر کیا ہے اور انہیں اپنی حکمت کے مطابق مناسب حصہ دیا ہے، مگر آئیے ذیل میں نبی کریم ﷺ کی چند احادیث اور سلف امت کے بعض تصریحات ملاحظہ فرمائیں:

① بیٹی کی وراثت:

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

”مَرِضْتُ بِمَكَّةَ مَرَضًا، فَأَشْفَيْتُ مِنْهُ عَلَى المَوْتِ، فَأَتَانِي النَّبِيُّ ﷺ يَعُودُنِي، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ لِي مَالًا كَثِيرًا، وَلَيْسَ يَرِثُنِي إِلَّا ابْنَتِي، أَفَأَتَصَدَّقُ بِثُلُثَيْ مَالِي؟ قَالَ: ”**لاَ**“ قَالَ: قُلْتُ: فَالشَّطْرُ؟ قَالَ: ”**لاَ**“ قُلْتُ: الثُّلُثُ؟ قَالَ: ”**الثُّلُثُ كَبِيرٌ، إِنَّكَ إِنْ تَرَكْتَ وَلَدَكَ أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَتْرُكَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُونَ النَّاسَ، وَإِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً إِلَّا أُجِرْتَ عَلَيْهَا، حَتَّى**

اللُّقْمَةَ تَرْفَعُهَا إِلَى فِي امْرَأَتِكَ‘‘۔[1]

مکہ میں میری طبیعت اس قدر ناساز ہوئی کہ مجھے اندیشہ ہوا اس میں میری موت ہو جائے گی، نبی کریم ﷺ میری عیادت کے لئے تشریف لائے، میں نے ان سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرے پاس بہت زیادہ مال ہے، اور اس میں وارث ہونے والی صرف میری ایک بیٹی ہے، تو کیا میں اپنا دو تہائی مال اللہ کی راہ میں صدقہ کر دوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! میں نے کہا: تو آدھا؟ آپ نے فرمایا: نہیں! میں نے کہا: تو ایک تہائی؟ آپ نے فرمایا: ایک تہائی بھی زیادہ ہے، یقیناً تمہارا اپنی اولاد کو مالدار چھوڑنا اس سے بہتر ہے کہ اُنہیں محتاج چھوڑو، وہ لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کرتے پھریں! اور تم اللہ کی راہ میں جو بھی خرچ کرو گے تمہیں اس کا اجر وثواب ملے گا، حتیٰ کہ جو لقمہ تم اپنی بیوی کے منہ کی طرف اٹھاؤ گے اُس کا بھی ثواب ملے گا۔

② بہن اور بیٹی کی وراثت:

عَنِ الأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ، قَالَ: أَتَانَا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ، بِالْيَمَنِ مُعَلِّمًا وَأَمِيرًا، فَسَأَلْنَاهُ عَنْ رَجُلٍ: تُوُفِّيَ وَتَرَكَ ابْنَتَهُ وَأُخْتَهُ، فَأَعْطَى الِابْنَةَ النِّصْفَ وَالأُخْتَ النِّصْفَ‘‘۔[2]

اسود بن یزید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہمارے یہاں یمن میں

---

[1] صحیح بخاری، حدیث: ۶۷۳۳۔

[2] صحیح بخاری، حدیث: ۶۷۳۴، دوسری روایت میں ’’عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ‘‘ کے الفاظ ہیں یعنی یہ فیصلہ نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں فرمایا۔ دیکھئے: حدیث: ۶۷۴۱، اور ابو داود میں ’’وَنَبِيُّ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَئِذٍ حَيٌّ‘‘ کی صراحت ہے، یعنی اس وقت نبی کریم ﷺ زندہ تھے، دیکھئے: ابو داود، حدیث: ۲۸۹۳، علامہ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

معلم اور امیر کی حیثیت سے تشریف لائے، تو ہم نے ان سے ایک شخص کے بارے میں پوچھا جس کی وفات ہوئی اور اس نے اپنے بعد اپنی بیٹی اور بہن چھوڑا، تو انہوں نے آدھا مال بیٹی کو دیا اور آدھا مال بہن کو دیا۔

③ بیٹی، پوتی اور بہن کی وراثت:

عَنْ هُزَيْلِ بْنِ شُرَحْبِيلَ، قَالَ: سُئِلَ أَبُو مُوسَى عَنْ بِنْتٍ وَابْنَةِ ابْنٍ وَأُخْتٍ، فَقَالَ: لِلْبِنْتِ النِّصْفُ، وَلِلْأُخْتِ النِّصْفُ، وَأْتِ ابْنَ مَسْعُودٍ، فَسَيُتَابِعُنِي، فَسُئِلَ ابْنُ مَسْعُودٍ، وَأُخْبِرَ بِقَوْلِ أَبِي مُوسَى فَقَالَ: لَقَدْ ضَلَلْتُ إِذًا وَمَا أَنَا مِنَ المُهْتَدِينَ، أَقْضِي فِيهَا بِمَا قَضَى النَّبِيُّ ﷺ: ”**لِلابْنَةِ النِّصْفُ، وَلِابْنَةِ ابْنٍ السُّدُسُ تَكْمِلَةَ الثُّلُثَيْنِ، وَمَا بَقِيَ فَلِلْأُخْتِ**“ فَأَتَيْنَا أَبَا مُوسَى فَأَخْبَرْنَاهُ بِقَوْلِ ابْنِ مَسْعُودٍ، فَقَالَ: لاَ تَسْأَلُونِي مَا دَامَ هَذَا الحَبْرُ فِيكُمْ“۔[1]

ہزیل بن شرحبیل بیان کرتے ہیں کہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے بیٹی، پوتی اور بہن کی میراث کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: آدھا مال بیٹی کو ملے گا اور آدھا بہن کو، اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ، وہ بھی یہی بتائیں گے، چنانچہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مسئلہ پوچھا گیا اور انہیں ابوموسیٰ اشعری کی بات بتائی گئی، تو انہوں نے فرمایا: تب تو میں گمراہ ہو جاؤں گا ہدایت یافتگان میں سے نہ رہوں گا، میں اس مسئلہ میں وہ فیصلہ کرتا ہوں جو رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے: آدھا مال بیٹی کو ملے گا اور دو تہائی مکمل کرنے کے لئے چھٹا حصہ پوتی کو ملے گا اور باقی مال بہن کو ملے گا، چنانچہ ہم ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور انہیں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا

---

[1] صحیح بخاری، حدیث: ۶۷۳۶۔

جواب بتلایا، تو انہوں نے فرمایا: جب تک تمہارے درمیان یہ بلند پایہ امام اور عالم موجود ہے مجھ سے سوال نہ کیا کرو۔

④ بہن، بیٹی، ماں اور بیوی کی وراثت:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: ''كَانَ المَالُ لِلْوَلَدِ، وَكَانَتِ الوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ، فَنَسَخَ اللّٰهُ مِنْ ذَلِكَ مَا أَحَبَّ، فَجَعَلَ لِلذَّكَرِ مِثْلَ حَظِّ الأُنْثَيَيْنِ، وَجَعَلَ لِلْأَبَوَيْنِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسَ، وَجَعَلَ لِلْمَرْأَةِ الثُّمُنَ وَالرُّبُعَ، وَلِلزَّوْجِ الشَّطْرَ وَالرُّبُعَ''۔ [1]

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: پہلے مال اولاد کا ہوتا تھا اور والدین کے لئے وصیت ہوا کرتی تھی، پھر اللہ تعالیٰ نے اس میں سے جو چاہا منسوخ کر دیا، چنانچہ اللہ نے مذکر کے لئے دو مونث کے حصہ کے برابر کر دیا، اور والدین میں سے ہر ایک کے لئے چھٹا حصہ مقرر فرمایا، اور بیوی کے لئے آٹھواں حصہ اور چوتھائی حصہ مقرر کیا، اسی طرح شوہر کے لئے آدھا اور چوتھائی حصہ مقرر فرمایا۔

⑤ بیوی کی وراثت:

عَنْ سَعِيدٍ، قَالَ: كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، يَقُولُ: الدِّيَةُ لِلْعَاقِلَةِ، وَلَا تَرِثُ الْمَرْأَةُ مِنْ دِيَةِ زَوْجِهَا شَيْئًا، حَتَّى قَالَ لَهُ الضَّحَّاكُ بْنُ سُفْيَانَ: كَتَبَ إِلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ''**أَنْ أُوَرِّثَ امْرَأَةَ أَشْيَمَ الضِّبَابِيِّ، مِنْ دِيَةِ زَوْجِهَا**'' فَرَجَعَ عُمَرُ''۔ [2]

---

[1] صحیح بخاری، حدیث: ۶۷۳۹۔

[2] سنن أبو داود، حدیث: ۲۹۲۷، علامہ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ مقتول شوہر کا خوں بہا اُس کے عصبہ (باپ کی جانب سے قریبی رشتہ داروں) کا حق ہے، اور بیوی کو اپنے شوہر کی دیت سے وراثت میں کچھ نہیں ملے گا، یہاں تک ضحاک بن سفیان رضی اللہ عنہ نے انہیں بتلایا کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے پاس خط بھیجا تھا کہ میں اشیم ضبابی کی بیوی کو اُن کے شوہر کی دیت سے وارث بناؤں!! یہ سن کر عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے موقف سے رجوع کرلیا۔

⑥ بیٹے اور بیٹیوں کی وراثت:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ”جَاءَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَعُودُنِي وَأَنَا مَرِيضٌ فِي بَنِي سَلِمَةَ“ فَقُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ، كَيْفَ أَقْسِمُ مَالِي بَيْنَ وَلَدِي؟ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ شَيْئًا فَنَزَلَتْ: {**يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ**} [النساء: ١١] الآيَةَ“۔ [1]

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میری عیادت کے لئے تشریف لائے، درانحالیکہ میں قبیلہ بنوسلمہ میں بیمار تھا، تو میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا: اے اللہ کے نبی میں اپنا مال اپنی اولاد میں کیسے تقسیم کروں؟ آپ ﷺ نے میری بات کا کوئی جواب نہ دیا، اس پر اللہ کا یہ فرمان نازل ہوا: (اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں حکم کرتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے)۔

⑦ دادی اور نانی کی وراثت:

عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ ذُؤَيْبٍ، أَنَّهُ قَالَ: جَاءَتِ الْجَدَّةُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ

---

[1] سنن ترمذی، حدیث: ۲۰۹۶، علامہ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

اللَّهُ عَنْهُ، تَسْأَلُهُ مِيرَاثَهَا؟ فَقَالَ: مَا لَكِ فِي كِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى شَيْءٌ، وَمَا عَلِمْتُ لَكِ فِي سُنَّةِ نَبِيِّ اللَّهِ ﷺ شَيْئًا، فَارْجِعِي حَتَّى أَسْأَلَ النَّاسَ، فَسَأَلَ النَّاسَ، فَقَالَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ، "حَضَرْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَعْطَاهَا السُّدُسَ"، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: هَلْ مَعَكَ غَيْرُكَ؟ فَقَامَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ، فَقَالَ: مِثْلَ مَا قَالَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ، فَأَنْفَذَهُ لَهَا أَبُو بَكْرٍ"۔ [1]

قبیصہ بن ذویب بیان کرتے ہیں کہ دادی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئی اور ان سے اپنی وراثت کا سوال کرنے لگی، تو انہوں نے فرمایا: نہ اللہ کی کتاب میں تمہارا کوئی حصہ ہے، نہ مجھے اللہ کے نبی کی سنت میں اس بارے میں کوئی علم ہے، لہٰذا آپ واپس جائیں تا آنکہ میں لوگوں سے پوچھ لوں، چنانچہ انہوں نے لوگوں سے پوچھا، تو مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں نبی کریم ﷺ کے سامنے موجود تھا آپ نے دادی کو چھٹا حصہ دیا ہے" تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرمایا: کیا تمہارے ساتھ کوئی دوسرا بھی اس بات کی شہادت دے سکتا ہے؟ تو محمد بن مسلمہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے بھی وہی بات کہی جو مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہی تھی، لہٰذا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اُسے ان کے لئے نافذ کر دیا (نانی کا بھی یہی حکم ہے)۔

⑧ ان کے علاوہ اور بھی دلیلیں موجود ہیں، چنانچہ اس سے پہلے آیات میراث کے شان نزول کے ضمن میں سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی دو بیٹیوں اور بیوی کی وراثت کی بات گزر چکی

---

[1] سنن ابو داود، حدیث: ۲۸۹۴، وترمذی، حدیث: ۲۱۰۰، ومسند احمد، حدیث: ۱۷۹۷۸، ۱۷۹۸۰۔ اس حدیث کو علامہ البانی رحمہ اللہ نے ضعیف قرار دیا ہے، مگر مسند احمد کے محققین نے شواہد کی بنا پر صحیح قرار دیا ہے نیز ڈاکٹر ضیاء الرحمن اعظمی رحمہ اللہ نے حسن قرار دیا ہے، دیکھئے: الجامع الکامل فی الحدیث الصحیح الشامل، ۵ / ۷۷۵، ایڈیشن مکتبہ دار السلام، ریاض۔

ہے، اسی طرح جابر رضی اللہ عنہ کی نو بہنوں کی وراثت کا واقعہ موجود ہے۔ [1]

نیز فاطمہ بنت رسول ﷺ ورضی اللہ عنہا کے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اپنی میراث مانگنے کا واقعہ موجود ہے۔ [2]

یہ نہایت اختصار کے ساتھ اسلام میں عورتوں کی وراثت کے چند دلائل ہیں جن سے واضح ہے کہ اسلام میں ماں، بہن، بیوی، بیٹی، پوتی، ماں، دادی اور نانی وغیرہ کو میراث میں ان کا حق دیا جاتا تھا اور وہ اولیاء الأمور سے اس بارے میں اپنے شرعی حق کا مطالبہ بھی کرتی تھیں، اور یہ حق شرائط کے مطابق کبھی آٹھواں حصہ، کبھی چوتھائی، کبھی تہائی، کبھی آدھا، کبھی دو تہائی اور کبھی پورے مال تک پہنچتا تھا۔

میت کے ترکہ میں بیوی، ماں، بیٹی اور بہن کا حصہ

○ بیوی کا حصہ:

بیوی کے حصہ پانے کی دو صورتیں ہیں:

۱۔ میت کا کوئی فرع وارث نہ ہو تو بیوی کو ترکہ کا چوتھائی حصہ ملے گا۔

۲۔ میت کا کوئی فرع وارث ہو خواہ اس بیوی سے یا کسی دوسری بیوی سے تو بیوی کو (یا ایک سے زائد ہوں تو سب بیویوں کو ملا کر) آٹھواں حصہ ملے گا۔

○ ماں کا حصہ:

ماں کے حصہ پانے کی تین صورتیں ہیں:

۱۔ میت کا کوئی فرع وارث موجود نہ ہو یا دو بھائی بہن موجود نہ ہوں، خواہ سبھی بھائی ہوں یا سبھی بہنیں ہو یا ملے جلے ہوں، تو ماں کو ترکہ کا تہائی حصہ ملے گا۔

---

[1] سنن ترمذی، حدیث: ۲۰۹۷، علامہ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

[2] دیکھئے: صحیح بخاری، حدیث: ۳۰۹۲، ۳۰۹۳۔

۲۔ میت کا کوئی فرع وارث یا دو بھائی بہن موجود ہوں تو ماں کو ترکہ کا چھٹا حصہ ملے گا۔

۳۔ اگر میت کے وارثوں میں صرف ماں باپ اور شوہر ہوں یا صرف ماں باپ اور بیوی ہوں تو پھر شوہر یا بیوی کا حصہ دینے کے بعد جو (آدھا یا تین چوتھائی) ترکہ بچے گا اس باقی حصہ کا ایک تہائی حصہ ماں کو ملے گا۔

○ بیٹی کا حصہ:

۱۔ اگر میت کے صرف ایک بیٹی ہو اور کوئی بیٹا نہ ہو تو بیٹی کو آدھا حصہ ملے گا۔

۲۔ اگر میت کی دو یا دو سے زائد بیٹیاں ہوں لیکن بیٹا نہ ہو تو سب بیٹیوں کو ترکہ کا دو تہائی میں سے برابر حصہ ملے گا۔

۳۔ جب بیٹی یا بیٹیوں کے ساتھ بیٹا یا بیٹے موجود ہوں تو بیٹی یا بیٹیاں عصبہ لغیرہ ہو جاتی ہیں اور اس حالت میں انہیں بیٹوں کا آدھا ملتا ہے۔

○ بہن کا حصہ:

بہن کی تین شکلیں ہیں سگی بہن، علّاتی بہن (باپ شریک بہن) اور اخیافی بہن (یعنی ماں شریک بہن) اس فرق کے حساب سے ان کے حصوں میں فرق ہوگا۔

واضح رہے کہ بہن اسی صورت میں وارث ہوگی جب میت کا نہ فرع مذکر (لڑکا) ہو اور نہ اصل مذکر (باپ)۔

■ سگی بہن کا حصہ:

۱۔ اگر میت کی صرف ایک بہن ہو نہ کوئی اولاد ہو نہ کوئی بھائی تو بہن کو آدھا حصہ ملے گا۔

۲۔ اگر دو یا دو سے زیادہ سگی بہنیں ہیں تو دو تہائی میں سب برابر برابر شریک ہوں گی۔

۳۔ اگر بہن یا بہنوں کے ساتھ سگا بھائی بھی ہو تو بہنیں عصبہ لغیرہ ہو کر بھائیوں کا آدھا پائیں گی۔

۴۔ اگر بہن یا بہنوں کے ساتھ میت کی بیٹی یا پوتی وغیرہ ایک یا ایک سے زیادہ ہوں تو بہنیں عصبہ مع الغیر ہو کر ذوی الفروض سے بچا ہوا سب پاتی ہیں۔

■ علّاتی بہن (باپ شریک بہن) کا حصہ:

علّاتی بہن کے حصہ پانے کی پانچ شکلیں ہیں:

۱-۲۔ دو شکلیں بالترتیب وہی ہیں جو سگی بہن کی ہیں۔

۳۔ اگر ایک سگی بہن کے ساتھ ایک یا ایک سے زیادہ علّاتی بہنیں ہوں تو علّاتی بہنوں کا حصہ دو تہائی کا تکملہ یعنی چھٹا حصہ ہوگا۔

۴۔ اگر علّاتی بہن کے ساتھ علاتی بھائی بھی ہو تو اس بھائی کا آدھا حصہ پائے گی۔

۵۔ اگر میت کی ایک یا زیادہ بیٹی کے ساتھ سگی بہن کے بجائے سوتیلی بہنیں ہوں لیکن سوتیلا بھائی نہ ہو تو علّاتی بہنیں ذوی الفروض سے بچے ہوئے کل ترکہ کی حقدار ہوں گی۔

نوٹ: اگر میت کا بیٹا یا باپ یا سگا بھائی یا سگی بہن (عصبہ مع غیرہ) کی حیثیت سے ہوں یا دو سگی بہنیں ہوں تو علاتی بہن کو حصہ نہیں ملے گا۔

■ اخیافی بہن (ماں شریک بہن) کا حصہ:

اخیافی بہن کا حصہ بعینہ وہی ہے جو اخیافی بھائی کا ہوگا اس لئے ''مذکر کو دو مونث کے برابر'' کا قاعدہ اس پر نافذ نہیں ہوگا۔ اخیافی بہن کے حصہ پانے کی تین شکلیں ہیں:

۱۔ ایک اخیافی بہن یا بھائی ہو تو اسے ترکہ کا چھٹا حصہ ملے گا۔

۲۔ اگر ایک سے زیادہ اخیافی بھائی یا اخیافی بہنیں ہوں تو تہائی میں سے ہر ایک کو برابر برابر ملے گا۔

۳۔ اگر اخیافی بھائی کے ساتھ فرع مذکر (بیٹا، پوتا) یا اصل مذکر (باپ، دادا) یا فرع مونث (بیٹی، پوتی) زندہ ہو تو اخیافی بھائی بہن کو حصہ نہیں ملے گا۔

غور کریں کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو مختلف رشتوں کے اعتبار سے وراثت میں کس قدر عظیم الشان حق سے نوازا ہے، دراصل اسلام کا نظام میراث اسلام کی عظمت، اس کی سچائی اور اللہ علیم وحکیم کی جانب سے اس کی حقانیت کا عدیم المثال شاہکار ہے! مگر افسوس کہ مسلمانوں کی ایک خاصی تعداد عورتوں بالخصوص بہنوں بیٹیوں کو ان کے حق وراثت سے محروم کرکے جاہلیت کو زندہ کرنے کا کام کررہی ہے اور مادی ہوس اور ستم رانی کے ذریعہ اسلام کی عظمت پر بٹہ لگارہی ہے اور رب کریم کو ناراض کرکے اللہ کی لعنت اور غیظ وغضب کو دعوت دے رہی ہے، اِلا من رحم اللہ۔

عورتوں کی میراث اور جدید جاہلیت کا رویہ!

وراثت کے باب میں مسلم سماج کی موجودہ صورتحال پر اللہ کا یہ فرمان صادق آتا ہے:

﴿ أَفَحُكْمَ ٱلْجَٰهِلِيَّةِ يَبْغُونَ ۚ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ ٱللَّهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ ۝٥٠ ﴾ [المائدۃ:۵۰]۔

کیا یہ لوگ پھر سے جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں یقین رکھنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے بہتر فیصلے اور حکم کرنے والا کون ہوسکتا ہے؟

اسلام کی آمد کے ساتھ ہی مطلق یا کلی جاہلیت کا خاتمہ ہوگیا تھا، لیکن جزوی طور پر بعض جاہلی عقائد، اعمال، حرکات اور سلوک ومعاملات مسلمانوں میں اب بھی باقی ہیں، جیسا کہ احادیث رسول میں بعض امور کی طرف وقتاً فوقتاً اشارہ بھی کیا گیا ہے، اور نبی کریم ﷺ نے بعض صحابہ کے ان تصرفات کو دیکھ کر جو جاہلیت کے مشابہ تھے، انہیں تنبیہ فرمائی اور اس تصرف کو جاہلی تصرف اور اُس شخص میں جاہلیت کی خوبو قرار دیا ہے۔ [1]

موجودہ وقت میں مسلم سماج میں اس جاہلیت کا سب سے بڑا مظہر جو ناسور کی شکل اختیار

[1] دیکھئے: صحیح بخاری، حدیث: ۶۰۵۰، ومسلم، حدیث: ۱۶۱۶، وصحیح مسلم، حدیث: ۹۳۴، وغیرہ۔

کر چکا ہے، وہ **عورتوں یعنی بہنوں، بیٹوں، بیویوں اور ماؤں وغیرہ کو ان کے حق وراثت سے محروم اور بے دخل کرنا ہے،**[1] جاہلیت کا یہ ظالمانہ رویہ مسلم سماج کی جڑوں میں اس قدر پیوست ہو چکا ہے کہ احساس بھی ختم ہو چکا ہے، اِلامن رحم اللہ ووفقہ۔ چنانچہ عام طور پر لوگ عورتوں کو ان کا حق میراث نہیں دیتے، بلکہ صرف مردوں میں تقسیم کر دیتے ہیں یا مرد حضرات عورتوں کو محروم کر کے سارا ترکہ خود ہڑپ کر جاتے ہیں۔

اور زمانۂ جاہلیت کی طرح آج ہمارے سماج و معاشرہ میں بھی اس حرام خوری کی مختلف شکلیں اور حیلے رائج ہیں:

❖ چنانچہ کوئی بہنوں اور بیٹیوں کو وراثت سے محروم کرنے کی توجیہ یہ کرتا ہے کہ ان کے اوپر کوئی ذمہ داری نہیں ہے، وہ تو اپنے سسرال جائیں گی اور وہاں اپنے شوہروں کے زیر سرپرستی ہوں گی، جبکہ بیٹوں کی بڑی ذمہ داری ہے!

❖ کوئی ان کے حق وراثت کو ان کی شادی کے اخراجات اور لعنتی جہیز کے بدلے ہڑپ کر لیتا ہے، اور کہتا ہے کہ بہنوں بیٹیوں کی شادی کے موقع پر جہیز میں کافی خرچ ہو گیا ہے، اس لئے اب وراثت میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہے!

❖ جبکہ کوئی اپنی زندگی ہی میں ترکہ اپنے بیٹوں میں تقسیم کر دیتا ہے اور بیٹیوں کو بطور عطیہ کچھ پیسے دے کر ان سے دستبرداری کا معاہدہ لکھوا کر اس پر دستخط کرا لیتا ہے!

---

[1] ناسور بایں معنیٰ بھی ہے کہ عورتوں کو میراث سے محروم کرنے یہ لعنت آج برصغیر ہند و پاک وغیرہ کے علاوہ عرب ممالک مثلاً، مصر، شام، فلسطین، اردن، سعودی عرب وغیرہ میں بھی کم وبیش موجود ہے اور اہل علم نے اس سلسلہ میں کتابیں لکھی ہیں، اور ان ممالک میں عورتوں پر ہونے والے ظلم کی مثالیں پیش کی ہیں۔ بعض مساجد میں لوگوں کو آگاہ کرنے کے لئے ''حرمان الأنثیٰ من المیراث'' کے عنوان سے بڑے بڑے لوحات آویزاں کئے گئے ہیں، اسی طرح بعض ممالک میں عورتوں کو میراث سے محروم کرنے والوں کے خلاف حکومتوں نے قوانین بنائے ہیں، اور ان مجرمین کے لئے جرمانے اور حبس وقید وغیرہ کی سزائیں تجویز کی گئی ہیں۔

❖ اور کوئی اپنی زندگی ہی میں رازدارانہ طور پر سرکاری وصیت نامہ رجسٹر کر جاتا ہے تاکہ اس کی موت کے بعد بہنیں یا بیٹیاں اپنے حق کا مطالبہ نہ کرسکیں!

❖ اور کوئی کہتا ہے کہ ہمارے یہاں عورتوں کو وراثت میں حق دینے کا سرے سے کوئی رواج نہیں ہے اس لئے ہم بھی نہیں دیتے ہیں!

❖ اور کوئی کہتا ہے کہ ہم بہنوں بیٹیوں کو میراث میں حصہ اس لئے نہیں دیتے ہیں کہ ایسا کرنے سے آباء واجداد کی موروثی جائداد کے ٹکڑے ہوجائیں گے، کیونکہ وہ شادی کے بعد اپنے سسرال چلی جائیں گی!

❖ اور کوئی کہتا ہے کہ ہم بہنوں بیٹیوں کو وراثت میں حصہ اس لئے نہیں دیتے ہیں کہ اس سے اپنے خاندان کا مال غیروں کے پاس چلا جائے گا، کیونکہ شادی کے بعد اُسے ان کے شوہر اور بچے لے لیں گے!!

❖ اور اتنا ہی نہیں بلکہ اگر کبھی کوئی دینا بھی چاہتا ہے تو گاؤں اور کنبے کے لوگ سخت مزاحمت کرتے ہیں، اُسے دینے نہیں دیتے! کہتے ہیں کہ اس سے خاندان اور گاؤں کا ماحول خراب ہوگا، اگر آپ دیں گے تو مجبوراً ہمیں بھی دینا پڑے گا، استغفراللہ۔

ذرا غور کریں کہ کیا آج مسلمانوں کا عورتوں کو حق وراثت سے محروم کرنا اور اس کے لئے اس قسم کے لنگ حیلے اختیار کرنا اس دور کی جدید جاہلیت نہیں ہے! کیا بہنوں بیٹیوں کو وارثت سے محروم کرنا اور پوری جرأت وجسارت، ڈھٹائی اور بے حیائی کے ساتھ ان کا حق مار کر حرام مال پر پلنا اور نسل در نسل اس پر عیش کرنا ایک بار پھر جاہلیت کی تجدید کرنا نہیں ہے؟؟!

افسوس! میراث کی آیتیں جو محض عورتوں کو جاہلیت کے ظلم سے آزاد کر کے اُنہیں حق وراثت دلانے کے لئے اتریں، مسلمان آج پھر ان عورتوں کو حق وراثت سے محروم کر کے سارا ترکہ خود ہڑپ کر کے اس پر داد عیش دے رہا ہے!!

مستزاد یہ کہ یہ ظلم و بربریت سماج میں اس قدر سرایت کر چکی ہے کہ شاید معاشرہ کا کوئی بھی طبقہ اس سے محفوظ نہیں رہ گیا ہے، خواہ وہ امیر ہو یا غریب، عالم ہو یا جاہل، دیندار ہو یا بے دین، نیک ہو یا بد، اعلیٰ ہو یا ادنیٰ، سماج پر طائرانہ نگاہ ڈالی جائے تو ایک حمام میں سبھی ننگے نظر آتے ہیں، اِلا من رحم اللہ، فاللھم سلم سلم۔

جاہلی ظلم، اسلامی عدل اور مسلمان - ایک لمحۂ فکریہ!

کیا آج ایک مسلمان مرد جو اپنے خاندان اور رعایا کا سرپرست ہے خواہ اس کی حیثیت باپ کی ہو، یا بھائی کی، یا شوہر کی، یا بیٹے کی، جو اپنے وارثین میں سے عورتوں کو خواہ وہ بیٹی ہو، یا بہن ہو، یا بیوی ہو یا ماں ہو یا کوئی اور، حق میراث سے محروم کر کے پورا مال مرد وارثین میں تقسیم کر دیتا ہے' اس بات پر غور کرنے کے لئے آمادہ ہے کہ وہ ایسا کر کے کس طرح اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے عادلانہ نظام وراثت کو پامال کرتے ہوئے جاہلیت کے ظالمانہ و وحشیانہ نظام کو از سرِ نو زندہ کر رہا ہے؟ کیا اُسے اپنی بیٹی، بہن، بیوی اور ماں پر رحم نہیں آتا؟ کیا اُسے اپنے ان رشتہ داروں کے تئیں اپنی ذمہ داری کا کچھ احساس ہے؟ اس کے نزدیک وارثین میں مردوں اور عورتوں کے مابین تفریق و امتیاز کی کیا بنیاد ہے؟ جبکہ اللہ تعالیٰ نے وراثت کی بنیاد رشتے ناطے پر رکھی ہے' نہ کہ مردانگی و نسوانیت اور قوت و ضعف پر، اور اسی اعتبار سے ہر ایک کو اس کا حق دیا ہے اور صاف اعلان کر دیا ہے کہ اس بارے میں اپنی عقل و دانشوری کو دخل دینے کی کوئی گنجائش نہیں ہے، کیونکہ یہ تمہارے ادراک سے خارج ہے، فرمایا:

﴿ءَابَآؤُكُمْ وَأَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا﴾ [النساء:۱۱]۔

تمہارے باپ ہوں یا تمہارے بیٹے تمہیں نہیں معلوم کہ ان میں سے کون تمہیں نفع پہنچانے میں زیادہ قریب ہے۔

اسلام میں ماں، بہن، بیٹی، بیوی کا مقام اور ہماری ذمہ داریاں

وراثت سے محروم کئے جانے والے ان عظیم اور مقدس رشتوں کا شریعت میں کیا مقام ہے؟ انسانی زندگی کے مراحل اور نشیب وفراز میں، خصوصاً مرد رشتہ داروں کے بالمقابل' ان کی کیا اہمیت وافادیت ہے؟ اور اس سلسلہ میں ہماری کیا ذمہ داری ہے؟ اسے خوب اچھی طرح ذہن نشین کرنا اور دل ونگاہ میں زندہ اور تر وتازہ رکھنا ضروری ہے۔کیا ماں، بہن، بیٹی اور بیوی جیسے مونث رشتوں کا درجہ اور ان کی اہمیت مذکر رشتوں سے کم ہے؟؟ آئیے اس پہلو کا سرسری جائزہ ملاحظہ فرمائیں:

بیوی کا مقام:

جاہلیت میں بیویوں کی کوئی اہمیت و وقعت نہ تھی، اسلام نے ان کی بابت لوگوں کو تاکید فرمائی اور انہیں شایان شان حق دیا، چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"كُنَّا فِي الجَاهِلِيَّةِ لاَ نَعُدُّ النِّسَاءَ شَيْئًا، فَلَمَّا جَاءَ الإِسْلاَمُ وَذَكَرَهُنَّ اللَّهُ، رَأَيْنَا لَهُنَّ بِذَلِكَ عَلَيْنَا حَقًّا"۔[1]

ہم جاہلیت میں عورتوں کو کچھ بھی شمار نہیں کرتے تھے، مگر جب اسلام آیا اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان کا ذکر فرمایا، تو اس بنا پر ہم اپنے اوپر ان کا حق سمجھنے لگے۔

قارئین! اسلام نے عورتوں کو کیا مقام دیا اور ان کی اہمیت ومقام کو کیسے اجاگر کیا اور اس کی تاکید فرمائی اس کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ اسلام نے اُسے جاہلیت کی زیادتیوں سے نکال کر

---

[1] صحیح بخاری، حدیث: ۵۸۴۳۔

ایک ملکہ بنا دیا، جس کے اپنے حقوق واختیارات اور اس سے متعلق احکام ومسائل ہیں۔

بیوی ایک مرد کی زندگی میں اس کی جیون ساتھی ہوتی ہے، ازدواج اولین مقدس اور پاکیزہ رشتہ ہے بلکہ تمام رشتوں کا سرچشمہ ہے جو اللہ کے کلام کے ذریعہ استوار ہوتا ہے، بیوی عمر بھر شوہر کے دکھ سکھ میں شریک ہوتی ہے، ہر طرح کے مادی ومعنوی نشیب وفراز سے گزرتی اور اُسے خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کرتی ہے، شوہر کے ساتھ زندگی کے ہر موڑ پر ہر طرح کی قربانی دینے کے لئے آمادہ رہتی ہے، نسل انسانی کی افزائش اور خاندان سازی کا ذریعہ ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے اولاد کی موجودگی میں شوہر کے ترکہ کا آٹھواں حصہ عطا فرمایا ہے اور اولاد نہ ہونے کی صورت میں چوتھائی مال کا مستحق بنایا ہے۔ [1]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسانی زندگی میں ازدواجی رشتہ کی پاکیزگی اور اس کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے بیوی کو مرد کا سب سے بہترین سرمایہ قرار دیا ہے، چنانچہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''الدُّنْيَا مَتَاعٌ، وَخَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ''۔ [2]

ساری دنیا متاع زندگی ہے، اور دنیا کی سب سے بہترین متاع نیک بیوی ہے۔

اور اسی اہمیت کے پیش نظر بیوی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیا ہے، بلکہ اپنی بیوی کے ساتھ نیک برتاؤ کرنے والے کو سب سے بہتر قرار دیا ہے، ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] جبکہ جاہلیت میں بیویاں وارث نہیں ہوتی تھیں بلکہ مردوں کی موروث ہوا کرتی تھیں۔ علامہ الطاہر بن عاشور رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''أَمَّا الزَّوْجَاتُ فَكُنَّ مَوْرُوثَاتٍ لَا وَارِثَاتٍ '' (رہا مسئلہ بیویوں کا تو وارث نہیں، موروث ہوا کرتی تھیں)، دیکھئے: التحریر والتنویر، ۴/ ۲۴۸۔

[2] صحیح مسلم، حدیث: ۱۴۶۷، نیز دیکھئے: سنن نسائی، حدیث: ۳۲۳۲، علامہ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

’’خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ، وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي‘‘۔ (1)

تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنی بیوی کے لئے سب سے بہتر ہے اور میں اپنی بیوی کے لئے تم میں سب سے بہتر ہوں۔

اسی طرح صریح الفاظ میں آپ ﷺ نے فرمایا:

’’خِيَارُكُمْ خِيَارُكُم لِنِسَائِهِمْ‘‘۔ (2)

تم میں سب سے بہتر وہ ہیں اپنی بیویوں کے لئے سب سے بہتر ہیں۔

اور بیویوں کی اسی اہمیت اور ان کے حق کی عظمت کی بنا پر نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع میں ایام تشریق کے دوسرے دن صحابہ رضی اللہ عنہم کو خطاب کرتے ہوئے امت کو ان کی بابت اللہ سے ڈرنے کا حکم دیا تھا اور ان کی کمزوری اور حقوق کی یاد دہانی کراتے ہوئے ایک تاکیدی وصیت کے طور پر فرمایا تھا:

’’...اسْمَعُوا مِنِّي تَعِيشُوا، أَلَا لَا تَظْلِمُوا، أَلَا لَا تَظْلِمُوا، أَلَا لَا تَظْلِمُوا، ...اتَّقُوا اللهَ فِي النِّسَاءِ، فَإِنَّهُنَّ عِنْدَكُمْ عَوَانٍ، لَا يَمْلِكْنَ لِأَنْفُسِهِنَّ شَيْئًا، وَإِنَّ لَهُنَّ عَلَيْكُمْ، وَلَكُمْ عَلَيْهِنَّ حَقًّا...‘‘۔ (3)

میری بات سنو، خوشگوار زندگی گزارو گے، خبردار! تم ظلم نہ کرو، خبردار! ظلم نہ کرو، خبردار! ظلم نہ کرو... عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو، کیونکہ وہ تمہارے پاس قیدی ہیں، انہیں

---

(1) سنن ترمذی، حدیث ۳۸۹۵، وسنن ابن ماجہ، حدیث: ۱۹۷۷، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے: سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ، حدیث: ۲۸۵، وصحیح الجامع، حدیث: ۳۳۱۴۔

(2) سنن ابن ماجہ، حدیث: ۱۹۷۸، ومستدرک حاکم، حدیث: ۷۳۲۷، علامہ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے: صحیح الجامع، حدیث: ۳۲۶۵، ۳۳۱۶۔

(3) مسند احمد، حدیث: ۲۰۶۹۵، اس کے محققین نے اسے صحیح لغیرہ قرار دیا ہے۔

اپنی ذات کا کچھ بھی اختیار نہیں، یقیناً تم پر ان کا حق ہے اور ان پر تمہارا بھی حق ہے....

حیران کن اور افسوسناک بات یہ ہے کہ ایک شوہر جو عمر بھر اپنی بیوی سے جنسی تعلقات قائم کرتا ہے، اس سے ذہنی، قلبی وجسمانی سکون حاصل کرتا ہے، اور وہ ہر مشکل گھڑی میں اس کے لئے تسلی اور ڈھارس کا سامان مہیا کرتی ہے، اس کے مال و دولت اور گھر کی حفاظت نیز اس کے بچوں کی تربیت اور دیکھ ریکھ کرتی ہے، بھلا وہ اپنی موت کے وقت اُسے اللہ کے مقرر کردہ حق وراثت سے محروم کرنا اور بے سہارا چھوڑ دینا کیسے گوارا کرتا ہے؟ اس کی برسوں کی محبت، حسن معاشرت اور غیرت کہاں چلی جاتی ہے؟؟ اب اس کے اس ظالمانہ رویے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ غریب ولاچار در در کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور ہو جاتی ہے، اولاد بھی دولت کے نشے میں چور دنیا کی رنگینیوں میں مست ہوتی ہے، ماں کی کوئی پروا نہیں کرتی، پھر اُسے دور کے رشتہ داروں یا پڑوسیوں کے رحم و کرم پر زندگی بسر کرنا پڑتا ہے، اور بسا اوقات بھیک مانگنے کی بھی نوبت آجاتی ہے!

حسن معاشرت کی بابت نبی کریم ﷺ کی ایک عظیم حدیث ملاحظہ فرمائیں:

عبد اللہ بن زمعہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو عورتوں کا ذکر کرتے ہوئے سنا، آپ نے ان کے بارے میں لوگوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

''عَلَامَ يَضْرِبُ أَحَدُكُمْ امْرَأَتَهُ، وَلَعَلَّهُ أَنْ يُضَاجِعَهَا مِنْ آخِرِ النَّهَارِ، أَوْ آخِرِ اللَّيْلِ''۔ (1)

بھلا تم میں سے کوئی اپنی بیوی کو کیوں مارتا ہے، ہوسکتا ہے ابھی شام میں یا شب میں وہ اُس سے مباشرت کرے!!

سبحان اللہ! یہ حسن معاشرت کی کیسی نادر مثال ہے! اس کی روشنی میں غور کریں کہ ایک بیوی کو

(1) مسند احمد، حدیث: ۱۶۲۲۱، نیز دیکھئے: صحیح بخاری، حدیث: ۵۲۰۴۔

اس کی عمر بھر کی معاشرت کے بعد حق وراثت سے محروم کرنا کس قدر ظلم و ناانصافی اور بربریت ہے؟

ماں کا مقام:

انسانی رشتوں میں والدین کا مقام سب سے عظیم ہے بالخصوص ماں کا، کیونکہ رحم مادر ہی سے رشتوں کا آغاز ہوتا ہے' ہر فرد اپنی ماں کے رحم سے عالم وجود میں آنکھیں کھولتا ہے، استقرار حمل سے تولد تک کے دشوار گذار مراحل اور اس کے بعد رضاعت اور پرورش کے مراحل میں ماں کو ہونے والی اذیتیوں، مشقتوں اور تکلیفوں کا اندازہ ایک ماں کے سوا کوئی نہیں لگا سکتا، اللہ نے متعدد آیات میں اس کا نقشہ کھینچا ہے نیز اپنی توحید کے بعد والدین کے ساتھ حسن سلوک کا ذکر کیا ہے اور ان کی بابت اولاد کو تاکید فرمائی ہے، ارشاد باری ہے:

﴿وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوٓا۟ إِلَّآ إِيَّاهُ وَبِٱلْوَٰلِدَيْنِ إِحْسَٰنًا ۚ إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ ٱلْكِبَرَ أَحَدُهُمَآ أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُل لَّهُمَآ أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُل لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ﴿٢٣﴾ وَٱخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ ٱلذُّلِّ مِنَ ٱلرَّحْمَةِ وَقُل رَّبِّ ٱرْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِى صَغِيرًا ﴿٢٤﴾﴾ [الاسراء: ۲۳، ۲۴]۔

اور تیرا پروردگار صاف صاف حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرنا۔ اگر تیری موجودگی میں ان میں سے ایک یا یہ دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کے آگے اف تک نہ کہنا، نہ انہیں ڈانٹ ڈپٹ کرنا بلکہ ان کے ساتھ ادب و احترام سے بات چیت کرنا۔ اور عاجزی اور محبت کے ساتھ ان کے سامنے تواضع کا بازو پست رکھے رکھنا اور دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار! ان پر ویسا ہی رحم کر جیسا انہوں نے میرے بچپن میں میری پرورش کی ہے۔

اور خصوصیت کے ساتھ ماں کو ہونے والی مشقتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَوَصَّيْنَا ٱلْإِنسَٰنَ بِوَٰلِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُۥ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصَٰلُهُۥ فِى عَامَيْنِ أَنِ ٱشْكُرْ لِى وَلِوَٰلِدَيْكَ إِلَىَّ ٱلْمَصِيرُ ﴿١٤﴾ وَإِن جَٰهَدَاكَ عَلَىٰٓ أَن تُشْرِكَ بِى مَا لَيْسَ لَكَ بِهِۦ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ۖ وَصَاحِبْهُمَا فِى ٱلدُّنْيَا مَعْرُوفًا ۖ وَٱتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَىَّ ۚ ثُمَّ إِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿١٥﴾ [لقمان: ۱۴، ۱۵]۔

ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے متعلق نصیحت کی ہے، اس کی ماں نے دکھ پر دکھ اٹھا کر اسے حمل میں رکھا اور اس کی دودھ چھڑائی دو برس میں ہے کہ تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکر گزاری کر، (تم سب کو) میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ اور اگر وہ دونوں تجھ پر اس بات کا دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ شریک کرے جس کا تجھے علم نہ ہو تو تو ان کا کہنا نہ ماننا، ہاں دنیا میں ان کے ساتھ اچھی طرح بسر کرنا اور اس کی راہ چلنا جو میری طرف جھکا ہوا ہو تمہارا سب کا لوٹنا میری ہی طرف ہے تم جو کچھ کرتے ہو اس سے پھر میں تمہیں خبر دار کروں گا۔

اسی لئے نبی کریم ﷺ نے ماں کو انسان کے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق قرار دیا ہے! مگر افسوس! اُس ماں کو بڑھاپے میں یہ کہہ کر حق وراثت سے محروم کر دیا جاتا اور بے سہارا چھوڑ دیا جاتا ہے کہ اس پیرانہ سالی میں اُسے مال کی کیا ضرورت ہے، وہ اپنے بیٹوں میں سے جس کے پاس چاہے رہ سکتی ہے! بالآخر اس کی موت کے بعد ترکہ کے حقدار تو ہم ہی ہیں!!

رشتۂ مادر کی عظمت اور اس کے مقام کی وضاحت کے لئے نبی کریم ﷺ کی یہ حدیث ملاحظہ فرمائیں، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَنْ أَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ صَحَابَتِي؟ قَالَ: ''**أُمُّكَ**'' قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: ''**أُمُّكَ**'' قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ:

''أُمُّكَ'' قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: ''ثُمَّ أَبُوكَ''۔ [1]

ایک شخص (معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ) رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے، کہا اے اللہ کے رسول! لوگوں میں میرے حسن سلوک اور اچھے برتاؤ کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہاری ماں! اس نے کہا: پھر کون؟ آپ نے فرمایا: تمہاری ماں! اس نے کہا: پھر کون؟ آپ نے فرمایا: تمہاری ماں! اس نے کہا: پھر کون؟ آپ نے فرمایا: پھر تمہارا باپ!

غور کریں کہ والدین کا مقام تمام رشتوں میں سب سے اونچا ہے مگر ماں کا مقام باپ سے بھی تین گنا زیادہ ہے!

ماں کا مقام و مرتبہ اس قدر اونچا ہے کہ اُس کی تلافی کرنا تو درکنار دردِ زہ اور وضع حمل کے وقت ہونے والی اذیت کی ایک ٹیس اور کراہ کا بدلہ چکانا بھی ممکن نہیں ہے۔

ابو بردہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس اس وقت حاضر تھا جب ایک یمنی شخص اپنی ماں کو اپنی پیٹھ پر لادے ہوئے خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا، کہہ رہا تھا:

إِنِّي لَهَا بَعِيـــرُهَا الْمُذَلَّلُ إِنْ أُذْعِرَتْ رِكَابُهَا لَمْ أُذْعَرِ

بیشک میں اپنی ماں کا تابع فرمان اونٹ ہوں، اگر اس کا (اپنا) اونٹ ڈر کر چونک جاتا ہو تو میں نہیں ڈروں گا۔

پھر اس نے کہا: اے ابن عمر! کیا خیال ہے میں نے اپنی ماں کا بدلہ چکا دیا؟ انہوں نے فرمایا: ''لَا، وَلَا بِزَفْرَةٍ وَاحِدَةٍ'' نہیں، ابھی تو دردِ زہ اور وضع حمل کے وقت ہونے والی اذیت کی ایک کراہ کا بدلہ بھی نہیں چکا سکے ہو!! [2]

---

[1] صحیح بخاری، حدیث: ۵۹۷۱، وصحیح مسلم، حدیث: ۲۵۴۸۔

[2] دیکھئے: صحیح الأدب المفرد، از علامہ البانی ص: ۳۶، حدیث: ۹۔

بھلا ماں کو اس کے حق وراثت سے محروم کرکے اُسے در در کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور کرنے والی اولاد اپنی ماں کا حق کیسے ادا کرے گی اور اس کی قربانیوں کا بدلہ کیونکر چکا سکے گی!!

بیٹی کا مقام:

جاہلیت میں لوگ بیٹیوں کو زندہ درگور کردیا کرتے تھے، آج بظاہر زندہ درگور تو نہیں کرتے‘ مگر یا تو ابارشن (Abortion) کے ذریعہ انہیں عالم وجود میں آنے ہی سے روک دیتے ہیں، یا پھر مکمل ترکہ بیٹوں میں تقسیم کرکے متعدد لنگ حیلوں کے ذریعہ بیٹیوں کو حق وراثت سے محروم کرکے انہیں عمر بھر در در کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور کردیتے ہیں! یہ دونوں ہی ظالمانہ رویے قدیم جاہلیت کی تجدید اور نشاۃ ثانیہ کی نمایاں مثالیں ہیں۔

حالانکہ اسلام نے بیٹیوں کو ان کے شایان شان عظیم مقام عطا فرمایا ہے، اور نبی کریم ﷺ نے ان کی حسن تربیت پر والدین کو جہنم سے نجات، دخول جنت اور جنت میں اپنی رفاقت کا وعدہ فرمایا ہے۔

چنانچہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

”دَخَلَتِ امْرَأَةٌ مَعَهَا ابْنَتَانِ لَهَا تَسْأَلُ، فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِي شَيْئًا غَيْرَ تَمْرَةٍ، فَأَعْطَيْتُهَا إِيَّاهَا، فَقَسَمَتْهَا بَيْنَ ابْنَتَيْهَا، وَلَمْ تَأْكُلْ مِنْهَا، ثُمَّ قَامَتْ، فَخَرَجَتْ، فَدَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَيْنَا، فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ: ”**مَنِ ابْتُلِيَ مِنْ هَذِهِ البَنَاتِ بِشَيْءٍ كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِنَ النَّارِ**“۔[1]

کہ ایک خاتون اپنی دو بیٹیوں کے ساتھ کچھ مانگنے کے لئے آئی، مگر اُسے میرے پاس ایک کھجور کے سوا کچھ نہ ملا، میں نے وہ کھجور اُسے دیدیا، اُس نے اُسے اپنی دونوں بیٹیوں

[1] صحیح بخاری، حدیث: ۱۴۱۸، وصحیح مسلم، حدیث: ۲۶۱۹۔

کے مابین تقسیم کر دیا اور خود نہ کھائی، پھر اٹھی اور باہر نکل گئی، اتنے میں نبی کریم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے، میں نے آپ کو ماجرا بتایا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: جو ان بیٹیوں کی جانب سے کچھ بھی آزمائش میں مبتلا ہو جائے تو وہ اُس کے لئے جہنم سے آڑ بن جائیں گی۔

اسی طرح عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

''مَنْ كَانَ لَهُ ثَلَاثُ بَنَاتٍ فَصَبَرَ عَلَيْهِنَّ، وَأَطْعَمَهُنَّ، وَسَقَاهُنَّ، وَكَسَاهُنَّ مِنْ جِدَتِهِ كُنَّ لَهُ حِجَابًا مِنَ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ''۔ [1]

جس شخص کے پاس تین بیٹیاں ہوں، اور وہ ان کی بابت صبر کرے، اور اپنی مالی حیثیت کے مطابق انہیں کھلائے، پلائے اور پہنائے، تو وہ قیامت کے دن اُس کے لئے جہنم سے بچاؤ کا سبب ہوں گی۔

اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''مَنْ كَانَ لَهُ ثَلَاثُ بَنَاتٍ يُؤْوِيهِنَّ، وَيَكْفِيهِنَّ، وَيَرْحَمُهُنَّ، فَقَدْ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ الْبَتَّةَ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ بَعْضِ الْقَوْمِ: وَثِنْتَيْنِ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: وَثِنْتَيْنِ''۔ [2]

جس کے پاس تین بیٹیاں ہوں، اور وہ انہیں پناہ دے (یعنی بحفاظت گھر میں رکھے،

---

[1] سنن ابن ماجہ، حدیث: ۳۶۶۹، علامہ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے: سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ، حدیث: ۲۹۴، و۱۰۲۶۔

[2] دیکھئے: الأدب المفرد، ص: ۴۵، حدیث ۷۸، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے حسن قرار دیا ہے، نیز دیکھئے: الصحیحۃ، حدیث: ۲۹۴، ۲۴۹۲۔

کھلائے، پلائے، پہنائے) اور انہیں ان کی ضروریات کی چیزیں مہیا کرے، ان کے ساتھ محبت ونرمی سے پیش آئے، تو یقینی طور پر اس کے لئے جنت واجب ہے! یہ سن کر کسی آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! اگر دو ہی بیٹیاں ہوں تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: دو بیٹیاں ہوں تو بھی۔

اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

’’مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتَّى تَبْلُغَا، جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنَا وَهُوَ، وَضَمَّ أَصَابِعَهُ‘‘۔ [1]

جو شخص دو لڑکیوں کی پرورش کرے، یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائیں، تو قیامت کے دن میں اور وہ اس طرح ایک ساتھ ہوں گے، اور آپ نے اپنی انگلیوں کو ملایا۔

بیٹی کا دفاع:

مسور بن مخرمہ بیان کرتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کی بیٹی کو پیغام نکاح دیا، فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اس بات کا پتہ چلا تو وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئیں اور بولیں:

’’يَزْعُمُ قَوْمُكَ أَنَّكَ لاَ تَغْضَبُ لِبَنَاتِكَ، وَهَذَا عَلِيٌّ نَاكِحٌ بِنْتَ أَبِي جَهْلٍ، فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، فَسَمِعْتُهُ حِينَ تَشَهَّدَ، يَقُولُ: ’’**أَمَّا بَعْدُ أَنْكَحْتُ أَبَا العَاصِ بْنَ الرَّبِيعِ، فَحَدَّثَنِي وَصَدَقَنِي، وَإِنَّ فَاطِمَةَ بَضْعَةٌ مِنِّي وَإِنِّي أَكْرَهُ أَنْ يَسُوءَهَا، وَاللَّهِ لاَ تَجْتَمِعُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَبِنْتُ عَدُوِّ اللَّهِ عِنْدَ رَجُلٍ وَاحِدٍ**‘‘۔ [2]

---

[1] صحیح مسلم، حدیث: ۲۶۳۱۔

[2] صحیح بخاری، حدیث: ۳۷۲۹، وصحیح مسلم، حدیث: ۲۴۴۹۔ ابوجہل کی بیٹی کا نام جسے علی رضی اللہ عنہ نے پیغام نکاح دیا تھا جویریہ ہے، یہ اسلام لائی تھیں، بیعت کیا تھا اور عتاب ابن اسید پھر ابان بن سعید بن العاص سے ان کا نکاح ==

آپ کی قوم کے لوگ کہہ رہے ہیں کہ آپ اپنی بیٹیوں کے لئے غصہ نہیں ہوتے ہیں، یہ دیکھئے علی (رضی اللہ عنہ) ابو جہل کی بیٹی سے نکاح کرنے جا رہے ہیں! یہ سن کر رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے، میں نے آپ کو حمد وصلاۃ پڑھتے ہوئے سنا، آپ نے فرمایا: حمد وصلاۃ کے بعد! میں نے (اپنی بیٹی زینب کا نکاح) ابو العاص بن الربیع سے کیا، تو انہوں نے مجھ سے بات کی اور سچائی کا ثبوت دیا، یقیناً فاطمہ میری لخت جگر ہے، مجھے گوارا نہیں کہ وہ اُس کے ساتھ برا سلوک کریں، اللہ کی قسم! اللہ کے رسول کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک شخص کے پاس اکٹھا نہیں ہو سکتیں!

اس طرح مسور بن مخرمہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرمایا:

''إِنَّمَا فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّي يُؤْذِينِي مَا آذَاهَا''۔ [1]

یقیناً فاطمہ میری جگر گوشہ ہے، جس چیز سے اُسے تکلیف ہوتی ہے اُس سے مجھے بھی تکلیف ہوتی ہے۔

بہن کا مقام:

بہن جسے ہمشیرہ بھی کہتے ہیں، ایک نہایت مقدس رشتہ ہے، خواہ وہ سگی بہن ہو، یا علاتی یا اخیافی، اللہ عزوجل نے بہنوں کی تربیت، ان کے ساتھ شفقت ومحبت، حسن سلوک اور والدین کی عدم موجودگی میں ان کی سرپرستی اور دیگر ذمہ داریاں نبھانے کا حکم دیا ہے اور اُس پر انہیں جنت کی بشارت دی ہے، جبکہ بعض احادیث میں جنت میں اپنی رفاقت کی نوید سنائی ہے۔

== بھی ہوا تھا۔ دیکھئے: الروض الأنف، از علامہ سہیلی، ۷/ ۲۳۶، وتاریخ الخمیس فی أحوال أنفس النفیس، از حسین بن محمد الدیار بکری، ۱/ ۴۱۲)۔

[1] صحیح مسلم، حدیث: ۲۴۴۹۔

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”لَا يَكُونُ لِأَحَدٍ ثَلَاثُ بَنَاتٍ، أَوْ ثَلَاثُ أَخَوَاتٍ، أَوْ ابْنَتَانِ، أَوْ أُخْتَانِ، فَيَتَّقِي اللهَ فِيهِنَّ وَيُحْسِنُ إِلَيْهِنَّ إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ“۔ [1]

جس کسی شخص کے پاس تین بیٹیاں ہوں، یا تین بہنیں ہوں، یا دو بیٹیاں ہوں یا دو بہنیں ہوں، اور وہ ان کی بابت اللہ سے ڈرے اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے، وہ جنت میں داخل ہوگا۔

اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”مَنْ كَانَ لَهُ ثَلَاثُ بَنَاتٍ أَوْ ثَلَاثُ أَخَوَاتٍ، فَاتَّقَى اللهَ، وَأَقَامَ عَلَيْهِنَّ، كَانَ مَعِي فِي الْجَنَّةِ هَكَذَا، وَأَوْمَأَ بِالسَّبَّاحَةِ وَالْوُسْطَى“۔ [2]

جس شخص کے پاس تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں، اور وہ ان کی بابت اللہ سے ڈرے اور ان کی دیکھ ریکھ کرے، تو وہ میرے ساتھ جنت میں اس طرح ہوگا، اور آپ نے شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی سے اشارہ کیا۔

مرتے دم تک بہنوں کی دیکھ بھال کرنے پر جنت میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت:

انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”مَنْ عَالَ ابْنَتَيْنِ أَوْ ثَلَاثَ بَنَاتٍ، أَوْ أُخْتَيْنِ أَوْ ثَلَاثَ أَخَوَاتٍ، حَتَّى يَمُتْنَ أَوْ يَمُوتَ عَنْهُنَّ، كُنْتُ أَنَا وَهُوَ كَهَاتَيْنِ“ وَأَشَارَ بِأُصْبُعَيْهِ السَّبَّابَةِ

---

[1] مسند احمد، حدیث: ۱۱۳۸۴، محققین نے اسے صحیح لغیرہ قرار دیا ہے، نیز دیکھئے: الأدب المفرد، از امام بخاری، ص: ۴۶، حدیث: ۷۹، علامہ البانی نے اسے حسن قرار دیا ہے۔

[2] مسند ابو یعلی موصلی، ۶/ ۱۶۶، حدیث: ۳۴۴۸، دیکھئے: سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ، حدیث: ۲۹۵۔

وَالْوُسْطَى‘‘۔ [1]

جو شخص دو بیٹیوں کی یا تین بیٹیوں کی، یا دو بہنوں کی یا تین بہنوں کی دیکھ بھال کرے یہاں تک کہ ان (بیٹیوں یا بہنوں) کی موت ہو جائے، یا خود اس (باپ یا بھائی) کی موت ہو جائے، میں اور وہ (جنت میں) اس طرح ایک ساتھ ہوں گے، اور آپ نے اپنی شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی سے اشارہ کیا۔

ابو رمثہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

’’يَدُ الْمُعْطِي الْعُلْيَا، أُمَّكَ وَأَبَاكَ، وَأُخْتَكَ وَأَخَاكَ، ثُمَّ أَدْنَاكَ أَدْنَاكَ‘‘۔ [2]

دینے والے کا ہاتھ اوپر ہوتا ہے، اپنے ماں باپ کا خیال رکھو، اپنی بہن اور بھائی کا خیال رکھو، پھر جو تم سے قریب تر ہوں ان کا خیال رکھو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی رضاعی بہن شیماء کے ساتھ بے مثال مشفقانہ سلوک:

جنگ حنین (شوال ۸ھ) میں جب قبیلۂ ہوازن (نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رضاعی ماموؤں) کو شکست ہوئی اور ان کا سارا مال اور عورتیں بچے وغیرہ مال غنیمت کی صورت مسلمانوں کے پاس آگئے، اور قیدیوں کو لایا گیا تو ان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضاعی بہن شیماء (یہ لقب ہے، نام حذافہ یا جُدامہ ہے) بنت حارث بھی آئیں جن کی ماں حلیمہ بنت ابو ذؤیب سعدیہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضاعی

---

[1] مسند احمد، حدیث: ۱۲۴۹۸، محققین نے اس کی سند کو امام بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے۔ اور بتلایا ہے کہ مسند کے تین قلمی نسخوں میں ’’حَتَّى يَمُتْنَ‘‘ کا لفظ ہے اور ایک نسخہ میں ’’حَتَّى يَبِنَّ‘‘ کا لفظ ہے، اور یبن کا معنیٰ بھی یہی ہے کہ: وہ بیٹیاں یا بہنیں باپ یا بھائی سے شادی یا موت کی وجہ سے جدا ہو جائیں۔ ’’يَمُتْنَ‘‘ کے لفظ کے لئے مزید ملاحظہ فرمائیں: المحدث الفاصل بین الراوی والواعی، از امام رامہرمزی، ص: ۱۸۰، فقرہ: ۳۵، وشرف أصحاب الحدیث، از خطیب بغدادی، ص: ۹۹۔

[2] مسند احمد، حدیث: ۷۱۰۵، محققین نے اسے حسن قرار دیا ہے۔ نیز دیکھئے: حدیث: ۱۶۶۱۳، ۷۱۰۶، علامہ البانی رحمہ اللہ نے بھی اسے حسن قرار دیا ہے، دیکھئے: صحیح الجامع، حدیث: ۱۴۰۰، وصحیح الترغیب، حدیث: ۱۹۵۶۔

ماں ہیں۔ نبی کریم ﷺ جب بچپن میں دیارِ ہوازن کے قبیلہ بنو سعد میں شیر خوار بچے تھے تو شیماء اپنی ماں حلیمہ کے ساتھ آپ کو گود میں کھلایا کرتی تھیں اور آپ کی دیکھ بھال کرتی تھیں۔

یہی شیماء جو نبی کریم ﷺ کی رضاعی بہن ہیں ہوازن کے قیدیوں کے ضمن میں اسلامی لشکر کے ہاتھوں قیدی بن کر آئیں۔

اور جنہوں نے اُنہیں قید کیا تھا وہ بعض انصاری صحابہ تھے جو ہوازن سے سخت نفرت رکھتے تھے، لہٰذا انہوں نے شیماء کو لے جانے میں کچھ سختی اور جارحیت کا رویہ اپنایا، تو وہ کہنے لگیں: اللہ کی قسم! میں تمہارے ساتھی (محمد ﷺ) کی رضاعی بہن ہوں! مگر انہوں نے ان کی بات نہ مانی!

بہرکیف جب انہیں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لایا گیا تو انہوں نے کہا: میں آپ کی رضاعی بہن ہوں! نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس کی کیا نشانی ہے؟ انہوں نے کہا: وہ دانت کاٹنے کا نشان جو آپ نے مجھے میری پشت پر کاٹا تھا جب میں آپ کو اپنی پیٹھ پر اٹھائے ہوئی تھی، اس وقت ہم وادی سرر میں تھے! آپ کے باپ میرے باپ ہیں اور آپ کی ماں میری ماں ہے، میں ماں کی چھاتی میں آپ کی شریک ہوں، اے اللہ کے رسول ذرا آپ یاد کیجئے!

بہرکیف رسول اللہ ﷺ نے وہ نشانی پہچان لی، جھٹ سے اٹھے ہوئے، ان کے لئے اپنی چادر بچھائی، اور کہا: آپ اس پر تشریف رکھیں، انہیں خوش آمدید کہا، اور ایک رضاعی بہن کی محبت میں آپ کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں، آپ نے ان سے اپنے رضاعی ماں باپ کی خیریت پوچھی، انہوں نے بتایا کہ وہ وفات پا چکے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں اپنے پاس رہنے یا اپنی قوم میں واپس جانے کا اختیار دیتے ہوئے فرمایا: آپ چاہیں تو محبت وشفقت اور عزت واحترام کے ساتھ ہمارے پاس رہیں، اور اگر اپنی قوم اور رشتہ داروں میں واپس جانا چاہیں تو وہاں چلی جائیں؟ انہوں نے کہا: میں اپنی قوم میں واپس جاؤں گی، پھر اسلام لے آئیں، نبی کریم ﷺ نے ان کی عزت وتکریم فرمائی اور انہیں بطور تحفہ اونٹ اور بکریاں عطا فرمائیں، اسی طرح ایک

غلام اور لونڈی سے بھی نوازا، جن کا انہوں نے آپس میں نکاح کر دیا، اور وہ اپنے قبیلہ ہوازن میں واپس چلی گئیں۔ [1]

یہ ایک بہن کے ساتھ بھائی کی محبت وشفقت، عزت وتکریم اور دیکھ ریکھ کا بہترین نمونہ ہے، جبکہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضاعی بہن تھیں اور اس وقت حالت کفر میں تھیں، آپ کی سگی بہن کوئی نہ تھی، اس کے باوجود آپ نے تصدیق ہوتے ہی انہیں خوش آمدید کہا، اپنی چادر بچھا کر بصد احترام اُس پر بٹھایا، اور تحائف اور عطیوں سے نوازا اور اپنے پاس رہنے کی پیشکش کی۔ [2]

قارئین کرام! یہ وراثت سے محروم کئے جانے والے مقدس رشتوں یعنی ماں، بہن، بیٹی اور بیوی کا اسلام میں مقام ومرتبہ ہے، بلکہ اس کا ایک سرسری جائزہ ہے جو پیش کیا گیا، ان رشتوں کو نبھانے اور ان کے تئیں اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیر وسعادت، جہنم سے آزادی، جنت سے سرفرازی اور اپنی رفاقت کی بشارت دی ہے۔

کیا یہ رشتے دنیا وآخرت کی مادی ومعنوی بھلائیوں کے اعتبار سے مذکر رشتوں سے کم اہمیت رکھتے ہیں، کہ انہیں ان کے وراثت کے واجبی حق اور فریضہ سے ہی بے دخل کر دیا جائے؟؟

افسوس! معاشرہ کی صورتحال اس قدر سنگین ہو چکی ہے کہ بظاہر ایسا محسوس ہوتا ہے گویا اللہ کا خوف اور آخرت میں جوابدہی کی فکر رخصت ہوگئی ہے، اور قرابت داروں کے ساتھ ہمدردی اور انسانیت پر رحم وترس عنقا ہوگیا ہے!!!

---

[1] دیکھئے: سیرۃ ابن ہشام، ۲/ ۴۵۸، والسیرۃ النبویۃ لابن کثیر، ۳/ ۶۸۹، والسیرۃ النبویۃ علی ضوء القرآن والسنۃ، ۲/ ۴۸۰، ومرویات غزوۃ حنین وحصار الطائف، ۱/ ۲۶۵-۲۶۷، نیز دیکھئے: من معارک الاسلام الفاصلۃ، ۹/ ۱۸۲، والسیرۃ النبویۃ الصحیحۃ، از ڈاکٹر اکرم ضیاء العمری، ۲/ ۵۰۶۔

[2] واضح رہے کہ رضاعت وراثت کے اسباب میں سے نہیں ہے، اس لئے رضاعی بہن کا وراثت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔

ایک مسلمان پوری جسارت کے ساتھ مونث قرابت داروں کو حق وراثت سے محروم کر کے اسلامی تعلیمات کو پامال کر رہا ہے اور جاہلیت اور جاہلی قدروں کی تجدید کر رہا ہے، اِلا من رحم ربی۔ مردوں کو اپنے مونث قرابتداروں کا بالخصوص سہارا، ان کا خیر خواہ، ہمدرد اور معاون ومددگار ہونا چاہئے اور ان کے غاصبوں سے ان کا حق دلانے میں اپنا نمایاں کردار ادا کرنا چاہئے' کیونکہ وہ فطری طور پر کمزور، مجبور اور بے سہارا ہوتی ہیں ،اسی لئے نبی کریم ﷺ اس کمزور عورت اور بے سہارا یتیم کے حق کی بابت بڑے فکرمند رہا کرتے تھے، کیونکہ جاہلیت میں ان لاچاروں بے بسوں پر بڑا ظلم وستم روا رکھا جاتا تھا، اس لئے آپ نے اپنی امت کو ان کے حق کی ادائیگی کے بارے میں منبر سے خصوصی تلقین وتنبیہ فرمائی ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللَّهُمَّ إِنِّي أُحَرِّجُ حَقَّ الضَّعِيفَيْنِ: الْيَتِيمِ، وَالْمَرْأَةِ''۔ [1]

اے اللہ! میں دو کمزوروں: یتیم اور عورت' کے حق کے بارے میں سخت تنبیہ وتاکید کر رہا ہوں (کہ اُسے ضائع نہ کر دیا جائے)۔

اور صحیح ابن حبان کی روایت میں ''مال کے حق'' کی صراحت موجود ہے کہ کسی بھی طرح اُن کا مالی حق ہڑپ کرنے کی کوشش نہ کی جائے، چنانچہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ منبر پر فرماتے تھے:

''أُحَرِّجُ مَالَ الضَّعِيفَيْنِ: الْيَتِيمِ وَالْمَرْأَةِ''۔ [2]

---

[1] سنن ابن ماجہ، حدیث: ۳۶۷۸، ومسند احمد، حدیث: ۹۶۶۶۔ علامہ البانی نے اسے حسن اور مسند کے محققین نے اس کی سند کو قوی کہا ہے۔

[2] صحیح ابن حبان، حدیث: ۵۵۶۵، علامہ البانی نے اسے حسن قرار دیا ہے، دیکھئے: سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ، حدیث: ۱۰۱۵، وصحیح الجامع، حدیث: ۲۴۴۷، والتعلیقات الحسان علی صحیح ابن حبان، حدیث: ۵۵۳۹۔

میں دو کمزوروں: یتیم اور عورت' کے مال کے بارے میں سخت تنبیہ و تاکید کر رہا ہوں (کہ اُسے ہڑپ نہ کرلیا جائے)۔

مگر اس کے باوصف مرد حضرات بالخصوص خود عورتوں کے اعزاء و اقارب باپ، بھائی، بیٹا، چاچا اور شوہر ہی اُن پر ستم ڈھا رہے ہیں!!

جاہلی شاعر طرفہ بن عبد البکری (۵۶۴ھ) نے کیا خوب کہا ہے:

وظُلْمُ ذوي القُرْبى أَشَدُّ مَضَاضَةً   على المرءِ من وَقْعِ الحُسامِ المُهَنَّدِ [1]

قرابتداروں کا ظلم وستم انسان پر شمشیر مہند کی مار سے بھی زیادہ تکلیف دہ اور گہرا ہوتا ہے۔

عورتوں کو حق وراثت سے محروم کرنے کی تباہ کاریاں

کتاب وسنت کے نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ مونث رشتہ داروں کو حق وراثت سے محروم کر کے ان کا حصہ ہڑپ کر جانا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی صریح مخالفت اور اُن کا مال باطل طریقے سے کھانا ہے، عورتوں پر کھلم کھلا ظلم، انارکی اور بربریت ہے جو حرام ہے' نیز دنیا اور آخرت میں اس کی بڑی وعیدیں اور تباہ کاریاں ہیں جو فرد وسماج کو محیط ہیں، بطور مثال چند تباہکاریاں ملاحظہ فرمائیں:

① دوسروں کا حق میراث کھانا عند اللہ سخت مذموم ہے:

اللہ تعالیٰ نے مال کی بے پناہ ہوس اور لالچ کی بنا پر دوسروں کا حق میراث ہڑپ کر کے کھانے والوں کی مذمت فرمائی ہے، جس میں بالخصوص عورتوں کا حق شامل ہے' اور پھر قیامت کی ہولناکی بیان فرمائی ہے، اور جہنم کے لائے جانے اور انسان کے حسرت و افسوس کا ذکر کیا ہے،

[1] دیکھئے: دیوان طرفہ بن عبد البکری الوائلی، ص: ۲۷، شعر: ۷۸۔

ارشاد باری ہے:

﴿وَتَأْكُلُونَ ٱلتُّرَاثَ أَكْلًا لَّمًّا ۝١٩ وَتُحِبُّونَ ٱلْمَالَ حُبًّا جَمًّا ۝٢٠﴾

[الفجر:۱۹،۲۰]۔

اور میراث سمیٹ سمیٹ کر کھاتے ہو۔اور مال کو جی بھر کر عزیز رکھتے ہو۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ مفسرین سلف کے اقوال نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''قال ابن زيد في قول الله: **{وَتَأْكُلُونَ التُّرَاثَ أَكْلا لَمًّا}** قال: الأكل اللمّ: الذي يأكل كلّ شيء يجده ولا يسأل، فأكل الذي له والذي لصاحبه، كانوا لا يُوَرِّثون النساء، ولا يورّثون الصغار''۔[1]

ابن زید رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس آیت میں ''أكلاً لماً'' کا معنیٰ یہ ہے کہ آدمی ہر چیز جو پائے کھا جائے اس کے بارے میں سوال بھی نہ کرے، یعنی اپنا بھی کھائے اور اپنے ساتھی کا بھی کھا جائے، وہ لوگ نہ عورتوں کو وراثت میں حق دیتے تھے نہ چھوٹے بچوں کو۔

اسی طرح فرماتے ہیں:

''بكر بن عبد الله يقول في هذه الآية: **{وَتَأْكُلُونَ التُّرَاثَ أَكْلا لَمًّا}** قال اللمّ: الاعتداء في الميراث، يأكل ميراثه وميراث غيره''۔[2]

بکر بن عبد اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''لماً'' سے میراث میں ظلم و زیادتی کرنا مراد ہے، یعنی آدمی اپنی میراث بھی کھائے اور دوسروں کی بھی ہضم کر جائے۔

اور دوسری آیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

---

1. تفسیر طبری، ۲۴/ ۴۱۵۔
2. تفسیر طبری، ۲۴/ ۴۱۵۔

”الضحاك يقول في قوله: ﴿حُبًّا جَمًّا﴾: يحبون كثرة المال“۔ [1]

ضحاک رحمہ اللہ فرمان باری ”حباً جماً“ کے بارے میں کہتے ہیں: یعنی وہ مال کی کثرت سے محبت کرتے ہیں۔

اور حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ پہلی آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”﴿وَتَأْكُلُونَ التُّرَاثَ﴾ يَعْنِي:الْمِيرَاثَ ﴿أَكْلا لَمًّا﴾ أَيْ: مِنْ أَيِّ جِهَةٍ حَصَلَ لَهُمْ، مِنْ حَلَالٍ أَوْ حَرَامٍ“۔ [2]

یعنی تم میراث کھالیتے ہو، جہاں سے بھی حاصل ہو، حلال ہو یا حرام، سب ہڑپ کر جاتے ہو۔

معلوم ہوا کہ دوسروں کو حق میراث سے محروم کرنا اور اپنے حصے کے ساتھ ان کا حصہ بھی کھا جانا اللہ کے یہاں حد درجہ مذموم ہے، بالخصوص عورتوں اور بچوں کی میراث، جیسا کہ تفسیر سے واضح ہے، اور اگلی آیتوں میں اللہ نے ان مجرمین کے لئے قیامت کی ہولناکیاں، اپنی گرفت اور سخت عذاب کا ذکر فرمایا ہے۔

② دوسروں کی ہڑپ کی ہوئی میراث خبیث اور ناپاک ہے:

میراث میں اپنا شرعی حصہ لینا پاک ہے جبکہ دوسرے کے حصہ میں سے کچھ بھی لینا خبیث اور ناپاک ہے۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وَءَاتُواْ ٱلۡيَتَٰمَىٰٓ أَمۡوَٰلَهُمۡۖ وَلَا تَتَبَدَّلُواْ ٱلۡخَبِيثَ بِٱلطَّيِّبِۖ وَلَا تَأۡكُلُوٓاْ أَمۡوَٰلَهُمۡ إِلَىٰٓ أَمۡوَٰلِكُمۡۚ إِنَّهُۥ كَانَ حُوبٗا كَبِيرٗا ۝٢﴾ [النساء:۲]۔

---

[1] تفسیر طبری، ۲۴/ ۴۱۶۔

[2] تفسیر ابن کثیر تحقیق سامی سلامہ، ۸/ ۳۹۹۔

اور یتیموں کو ان کے مال دے دو اور پاک اور حلال چیز کے بدلے ناپاک اور حرام چیز نہ لو، اور اپنے مالوں کے ساتھ ان کے مال ملا کر کھا نہ جاؤ، بے شک یہ بہت بڑا گناہ ہے۔

اس آیت کریمہ کے تحت امام بغوی رحمہ اللہ مفسرین کے مختلف اقوال کے ضمن میں ایک قول یہ نقل کرتے ہیں:

”كَانَ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ لَا يُوَرِّثُونَ النِّسَاءَ وَالصِّبْيَانَ وَيَأْخُذُ الْأَكْبَرُ الْمِيرَاثَ، فَنَصِيبُهُ مِنَ الْمِيرَاثِ طَيِّبٌ، وَهَذَا الَّذِي يَأْخُذُهُ مِن نَصِيبِ غَيْرِهِ خَبِيثٌ“۔[1]

اہل جاہلیت عورتوں اور بچوں کو وراثت میں حق نہیں دیتے تھے، جو سب سے بڑا ہوتا تھا وہ میراث لے لیتا تھا، چنانچہ میراث میں اس کا اپنا حصہ پاک اور حلال ہے، اور جو وہ دوسرے کا حصہ لے رہا ہے وہ پلید، ناپاک اور حرام ہے۔

معلوم ہوا کہ دوسروں کی میراث کھانے والے بالخصوص ماں، بہن، بیٹی، بیوی اور دیگر مونث رشتہ داروں کی میراث ہڑپ کر جانے والے دراصل ناپاک اور حرام کھانے والے ہیں!!

③ ہمیشہ ہمیش کے لئے جہنم اور رسواکن عذاب کی وعید:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آیات میراث کا آغاز و اختتام جس طریقہ سے فرمایا ہے وہ عام طور پر دیگر احکام کی آیات کے آغاز و اختتام سے مختلف ہے اس کا مقصد مسئلۂ میراث کی بابت تاکید، حقداروں کو ظلم و ناانصافی سے بچانا اور اس میں کوتاہی و عدم اہتمام کی سنگینی واضح کرنا ہے۔

علامہ عبد الرحمن عبد اللہ سہیلی (۵۸۱ھ) رحمہ اللہ فرمان باری ﴿يُوصِيكُمُ ٱللَّهُ فِيٓ أَوۡلَٰدِكُمۡ﴾ کے اسرار پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

---

[1] تفسیر بغوی، ۱/ ۵۶۲، نیز دیکھئے: معالم التنزیل، ۱/ ۱۶۴۔

- اللہ تعالیٰ اپنے بارے میں بتا رہا ہے کہ وہ وصیت کرنے والا ہے، تاکہ بندوں کو اس مسئلہ میں اپنی حکمت اور عدل ورحمت سے آگاہ فرمائے۔
- اللہ تعالیٰ نے یہاں مضارع کا صیغہ استعمال فرمایا ہے جو دوام پر دلالت کرتا ہے' ماضی کا نہیں' جیسا کہ عام طور پر {أَنْزَلْنَاهَا وَفَرَضْنَاهَا}، {فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ} ، {ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ} ، {كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ} ، {كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ} وغیرہ دیگر آیات میں استعمال فرمایا ہے، جس کی حکمت - واللہ اعلم - سابقہ وصیت کے نظام کو منسوخ کرکے رشتہ داروں کو وراثت میں حقدار بنانا ہے۔
- اللہ تعالیٰ نے ضمیر کے بجائے اسم ظاہر "اللہ" استعمال فرمایا، چنانچہ (أُوصِيكُم) یا (نُوصِيكُم) نہیں کہا، جیسا کہ {نَتْلُوهَا عَلَيْكَ} اور {نَقُصُّ عَلَيْكَ} وغیرہ فرمایا ہے، اس سے میراث کی بابت اِس وصیت کی عظمت بیان کرنا اور اور لوگوں کو اسے پامال کرنے سے ڈرانا اور آگاہ کرنا مقصود ہے، جیسا کہ اللہ نے {يَعِظُكُمُ اللّٰهُ} اور {وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهُ} فرمایا ہے، لہٰذا اللہ نے مسئلہ کی عظمت واہمیت بتانے کے لئے اسم ظاہر (اللہ) استعمال فرمایا، کیونکہ یہ اللہ کا سب سے زیادہ ہیبت وجلال اور بے پایاں عظمت والا ذاتی نام ہے، واللہ اعلم۔
- {فِي أَوْلَادِكُمْ} میں "اولاد" کی نسبت لوگوں کی طرف فرمائی کیونکہ بچے ان کے جگر گوشے ہوتے ہیں، جبکہ ان کی بابت وصیت خود فرمائی، اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ اولاد پر اُن کے باپوں سے بھی زیادہ شفیق ومہربان ہے۔
- {فِي أَوْلَادِكُمْ} کہا، "فی أبناءکم" نہیں کہا، کیونکہ میراث کے مسئلہ میں یہی لفظ مطلوب اور موزوں ہے، اس لئے کہ اولاد کا اطلاق صلبی اولاد پر ہوتا ہے، جبکہ ابناء کا لفظ رضاعی اور متبنیٰ پر بھی بولا جاتا ہے، اور اسلام میں یہ دونوں وارث نہیں ہوتے ہیں۔ [1]

---

[1] دیکھئے: الفرائض وشرح آیات الوصیۃ، از علامہ سہیلی ص: ۲۷-۳۴۔

نیز آیت کریمہ میں یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میراث کا نصیبہ بیان کرنے کے لئے مذکر کو بنیاد بنانے کے بجائے مونث کو بنیاد بنایا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ: مونث کو مذکر کے حصے کا آدھا ملے گا، بلکہ یہ فرمایا کہ مذکر کو دو مونث کے حصہ کے مثل دیا جائے گا، اس کی حکمت - واللہ أعلم - عورتوں کی بابت عدل وانصاف اجاگر کرنا، ان کا مقام نمایاں کرنا اور ان کے حق کی اصالت وحتمیت ثابت کرنا ہے جنہیں جاہلیت میں وراثت سے محروم کر دیا جاتا تھا!!

میراث کی اہمیت، خصوصی تاکید اور خلاف ورزی کی صورت میں عذاب جہنم:

میراث کے مسئلہ میں اللہ تعالیٰ نے ﴿نَصِيبًا مَّفْرُوضًا﴾ (فرض کردہ حصہ)، ﴿فَرِيضَةً مِّنَ ٱللَّهِ﴾ (اللہ کی جانب سے فرض و واجب) اور ﴿وَصِيَّةً مِّنَ ٱللَّهِ﴾ (اللہ کی جانب سے وصیت) کے الفاظ میں خصوصی تاکید فرمائی ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ ٱلْوَٰلِدَانِ وَٱلْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ ٱلْوَٰلِدَانِ وَٱلْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ۝٧﴾

[النساء:۷]۔

ماں باپ اور خویش واقارب کے ترکہ میں مردوں کا حصہ بھی ہے اور عورتوں کا بھی۔ (جو مال ماں باپ اور خویش واقارب چھوڑ کر مریں) خواہ وہ مال کم ہو یا زیادہ (اس میں) حصہ مقرر کیا ہوا ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"أَيِ: الْجَمِيعُ فِيهِ سَوَاءٌ فِي حُكْمِ اللَّهِ تَعَالَى، يَسْتَوُونَ فِي أَصْلِ الْوِرَاثَةِ وَإِنْ تَفَاوَتُوا بِحَسَبِ مَا فَرَضَ اللَّهُ تَعَالَى لِكُلٍّ مِنْهُمْ" [1]۔

---

[1] تفسیر ابن کثیر، ۲/ ۲۱۹۔

یعنی میراث کی بابت اللہ کے حکم میں سب یکساں ہیں، اصل وراثت میں سب برابر ہوں گے، اگر چہ ہر ایک کے لئے اللہ کے مقرر کردہ حصہ کے اعتبار سے ان کے درجے مختلف ہوں۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ءَابَآؤُكُمْ وَأَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ۚ فَرِيضَةً مِّنَ ٱللَّهِ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝١١﴾ [النساء:١١]۔

تمہارے باپ ہوں یا تمہارے بیٹے تمہیں نہیں معلوم کہ ان میں سے کون تمہیں نفع پہنچانے میں زیادہ قریب ہے، یہ حصے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ ہیں بے شک اللہ تعالیٰ پورے علم اور کامل حکمتوں والا ہے۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

”أَيْ: هَذَا الَّذِي ذَكَرْنَاهُ مِنْ تَفْصِيلِ الْمِيرَاثِ، وَإِعْطَاءِ بَعْضِ الْوَرَثَةِ أَكْثَرَ مِنْ بَعْضٍ -هُوَ فَرْضٌ مِنَ اللَّهِ حَكَمَ بِهِ وَقَضَاهُ“۔ (1)

یعنی ہم نے جو میراث کی تفصیل اور کسی وارث کو کسی سے زیادہ دینے کی بات ذکر کی ہے وہ اللہ کی طرف سے فرض ہے جس کا اس نے حکم و فیصلہ فرمادیا ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿غَيْرَ مُضَآرٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ ٱللَّهِ ۗ وَٱللَّهُ عَلِيمٌ حَلِيمٌ ۝١٢﴾ [النساء:١٢]۔

جب کہ اوروں کا نقصان نہ کیا گیا ہو یہ مقرر کیا ہوا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اللہ تعالیٰ دانا ہے بردبار۔

---

(1) تفسیر ابن کثیر، ۲/ ۲۲۹۔

اس آیت کی تفسیر میں حافظ ابن کثیر رقمطراز ہیں:

''وَمَتَى كَانَ حِيلَةً وَوَسِيلَةً إِلَى زِيَادَةِ بَعْضِ الْوَرَثَةِ وَنُقْصَانِ بَعْضِهِمْ، فَهُوَ حَرَامٌ بِالْإِجْمَاعِ وَبِنَصِّ هَذِهِ الْآيَةِ الْكَرِيمَةِ {**غَيْرَ مُضَارٍّ وَصِيَّةً مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَلِيمٌ**}''۔ [1]

جو چیز بھی کسی وارث کو زیادہ دینے اور کسی کو کم دینے کا حیلہ یا وسیلہ ہو، وہ اجماع اور اس آیت کریمہ کی دوٹوک صراحت سے حرام ہے، ارشاد ہے: (جب کہ اوروں کا نقصان نہ کیا گیا ہو یہ مقرر کیا ہوا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اللہ تعالیٰ دانا ہے بردبار)۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے میراث کے ان تفصیلی احکام کو اپنے حدود قرار دیا، اور ان کی بابت اپنی اور اپنے رسول ﷺ کی اطاعت کرنے والوں کو ابدی سرمدی جنت اور عظیم کامیابی کی بشارت سنائی اور نافرمانی کرنے والوں اور اپنے حدود سے تجاوز کرنے والوں کو ہمیشہ کے لئے دخول جہنم اور رسواکن عذاب جیسی رونگٹے کھڑے کردینے والی وعید سنائی۔فاللھم سلم

﴿ تِلْكَ حُدُودُ ٱللَّهِ ۚ وَمَن يُطِعِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ يُدْخِلْهُ جَنَّـٰتٍ تَجْرِى مِن تَحْتِهَا ٱلْأَنْهَـٰرُ خَـٰلِدِينَ فِيهَا ۚ وَذَٰلِكَ ٱلْفَوْزُ ٱلْعَظِيمُ ﴿١٣﴾ وَمَن يَعْصِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُۥ يُدْخِلْهُ نَارًا خَـٰلِدًا فِيهَا وَلَهُۥ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿١٤﴾ ﴾ [النساء:۱۳-۱۴]۔

یہ حدیں اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی ہیں اور جو اللہ کی اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرے گا اسے اللہ جنتوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں

[1] تفسیر ابن کثیر، ۲/ ۲۳۲۔

جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔اور جو شخص اللہ کی اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے اور اس کی مقررہ حدوں سے آگے نکلے اسے وہ جہنم میں ڈال دے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، ایسوں ہی کے لئے رسوا کن عذاب ہے۔

پہلی آیت کے تحت امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

{وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ} أَيْ: فِيهَا، فَلَمْ يَزِدْ بَعْضُ الْوَرَثَةِ وَلَمْ يَنْقُصْ بَعْضًا بِحِيلَةٍ وَوَسِيلَةٍ، بَلْ تَرَكَهُمْ عَلَى حُكْمِ اللَّهِ وَفَرِيضَتِهِ وَقِسْمَتِهِ''۔ [1]

یعنی جو میراث میں **''اللہ کی اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرے گا''**، یعنی کسی حیلہ یا وسیلہ سے کسی وارث کو زیادہ اور کسی کو کم نہیں دے گا، بلکہ اسے اللہ کے فیصلے، فریضے اور اس کی تقسیم پر چھوڑ دے گا۔

اسی طرح دوسری آیت کے تحت علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

{وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ} يُرِيدُ فِي قِسْمَةِ الْمَوَارِيثِ فَلَمْ يَقْسِمْهَا وَلَمْ يَعْمَلْ بِهَا **{وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ}** أَيْ يُخَالِفُ أَمْرَهُ''۔ [2]

''اور جو اللہ کی اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے''، یعنی میراث کی تقسیم میں، بایں طور کہ اُسے تقسیم نہ کرے اور اس پر عمل نہ کرے، **''اور اس کی مقررہ حدوں سے آگے نکلے''**، یعنی اس کے حکم کی خلاف ورزی کرے۔

اور کلالہ سے متعلق سورۃ النساء کی آخری آیت میں فرمایا کہ میراث کی بابت اللہ کے بیان کردہ ان واضح اور دوٹوک احکام پر عمل نہ کرنا سراسر گمراہی ہے، ارشاد ہے:

﴿يُبَيِّنُ ٱللَّهُ لَكُمْ أَن تَضِلُّوا۟ ۗ وَٱللَّهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيمٌۢ ﴿١٧٦﴾﴾ [النساء:

1. تفسیر ابن کثیر، ۲/ ۲۳۲۔
2. تفسیر قرطبی، ۵/ ۸۲۔

۱۷۶]۔

اللہ تعالیٰ تمہارے لئے بیان فرمارہا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ تم بہک جاؤ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہے۔

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں:

"{يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ} أَيْ: يَفْرِضُ لَكُمْ فَرَائِضَهُ، وَيَحُدُّ لَكُمْ حُدُودَهُ، وَيُوَضِّحُ لَكُمْ شَرَائِعَهُ. وَقَوْلُهُ: {أَنْ تَضِلُّوا} أَيْ: لِئَلَّا تَضِلُّوا عَنِ الْحَقِّ بَعْدَ الْبَيَانِ"۔ ①

یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اپنے فرائض فرض کررہا ہے، اپنے حدود کی حد بندی کررہا ہے اور اپنی شریعت کے احکام واضح کررہا ہے، تاکہ تم وضاحت کے بعد حق سے نہ بھٹکو۔

اسی طرح کسی بھی مسلمان کا معمولی حق ہڑپ کرنے والے کے لئے نبی کریم ﷺ کی وعید ہے کہ روز قیامت اللہ تعالیٰ اس سے غضبناک ہوگا اور اس نے اس کے لئے جہنم واجب اور جنت حرام کردیا ہے، اور میراث کا حق بالخصوص عورتوں کا ہڑپ کرنا اس سے کہیں زیادہ سنگین ہے کیونکہ اس میں قرابت، صلہ رحمی وغیرہ حقوق بھی پامال ہوتے ہیں، چند حدیثیں ملاحظہ فرمائیں:

● عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: "**مَنِ اقْتَطَعَ أَرْضًا ظَالِمًا، لَقِيَ اللهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ**"۔ ②

وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی کی زمین ظلماً (ناحق) ہڑپ کرلی، وہ اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر غضبناک ہوگا۔

● عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: "**مَنِ اقْتَطَعَ**

---

① تفسیر ابن کثیر، ۲/ ۴۸۵۔

② صحیح مسلم، حدیث: ۱۳۹۔

مَالَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ بِغَيْرِ حَقٍّ، لَقِيَ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ''۔ [1]

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی مسلمان کا مال ناحق لے لیا، وہ اللہ عزوجل سے اس حال میں ملے گا کہ وہ اس سے سخت غصہ ہوگا۔

● عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِكَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ: ''... **يَا كَعْبُ بْنَ عُجْرَةَ، إِنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ لَحْمٌ نَبَتَ مِنْ سُحْتٍ، النَّارُ أَوْلَى بِهِ''۔** [2]

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے کہا: ...اے کعب بن عجرہ! جو گوشت حرام سے بنے وہ جنت میں داخل نہیں ہوسکتا، جہنم اس کی زیادہ حقدار ہے۔

● عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ''**مَنِ اقْتَطَعَ حَقَّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ بِيَمِينِهِ، فَقَدْ أَوْجَبَ اللهُ لَهُ النَّارَ، وَحَرَّمَ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ**'' فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: وَإِنْ كَانَ شَيْئًا يَسِيرًا يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: ''**وَإِنْ قَضِيبًا مِنْ أَرَاكٍ**''۔ [3]

ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی مسلمان کا حق اپنی قسم کے ذریعہ ہڑپ کرلیا، اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے جہنم واجب کردی ہے

---

[1] مسند احمد، حدیث: ۳۹۴۶۔

[2] مسند احمد، حدیث: ۱۴۴۴۱، وسنن ترمذی، حدیث: ۶۱۴، اسے علامہ البانی نے صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے: سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ، حدیث: ۲۶۰۹، والتعلیقات الحسان علی صحیح ابن حبان، حدیث: ۱۷۲۰، وصحیح الترغیب، حدیث: ۱۷۲۹۔

[3] صحیح مسلم، حدیث: ۱۳۷، وسنن نسائی، حدیث: ۵۴۱۹۔

اور اس پر جنت حرام کر دی ہے! ایک شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول! چاہے کوئی معمولی چیز ہی ہو؟ آپ نے فرمایا: چاہے پیلو کی مسواک کا ٹکڑا ہی ہو!!

افسوس! آج کل میراث کے جھگڑوں میں بسا اوقات لوگ جھوٹی قسمیں کھانے سے بھی گریز نہیں کرتے! بلکہ پنچایتوں میں جھوٹی قسمیں کھا کر اور قرآن اٹھا کر دوسرے کے حق کو اپنا حق ثابت کرنے کی ناروا کوشش کرنا معاشرہ کا حصہ بنتا جا رہا ہے!!

④ مال کی برکت و قبولیت کا خاتمہ:

ناحق اور حرام کمائی میں اللہ تعالیٰ برکت نہیں دیتا بلکہ اُس کے مرتکب کو جان و مال اور آبرو کی مختلف آفتوں میں مبتلا کر دیتا ہے اور اس کا خمیازہ اُسے آخرت سے پہلے دنیا ہی میں بھگتنا پڑتا ہے اور عورتوں کا حق میراث ہڑپ کرنے والوں کی کمائی بھی ناحق اور حرام ہے۔

● عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، يَقُولُ: قَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَخَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ: ”... **فَمَنْ يَأْخُذْ مَالًا بِحَقِّهِ يُبَارَكْ لَهُ فِيهِ، وَمَنْ يَأْخُذْ مَالًا بِغَيْرِ حَقِّهِ فَمَثَلُهُ، كَمَثَلِ الَّذِي يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ**“۔ [1]

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور لوگوں کو خطاب کیا، اس میں فرمایا: ...جو شخص مال کو اس کے حق کے ساتھ اور حلال طریقہ سے لے گا اس میں اسے برکت ہوگی، اور جو شخص مال کو ناحق لے گا، اس کی مثال اس شخص جیسی ہوگی جو کھائے مگر آسودہ نہ ہو۔

اسی طرح عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

● ”... **وَلَا يَكْسِبُ عَبْدٌ مَالًا مِنْ حَرَامٍ، فَيُنْفِقَ مِنْهُ فَيُبَارَكَ لَهُ فِيهِ، وَلَا**

---

[1] صحیح مسلم، حدیث: ۱۰۵۲۔

يَتَصَدَّقُ بِهِ فَيُقْبَلَ مِنْهُ، وَلَا يَتْرُكُ خَلْفَ ظَهْرِهِ إِلَّا كَانَ زَادَهُ إِلَى النَّارِ، إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا يَمْحُو السَّيِّئَ بِالسَّيِّئِ، وَلَكِنْ يَمْحُو السَّيِّئَ بِالْحَسَنِ، إِنَّ الْخَبِيثَ لَا يَمْحُو الْخَبِيثَ''۔ [1]

...اور جو بھی بندہ حرام طریقہ سے مال کمائے گا اور اس میں سے خرچ کرے گا، اُس میں اُسے برکت ہوگی نہ اس میں سے کیا ہوا صدقہ قبول ہوگا، اور جو اپنے بعد وہ حرام مال چھوڑ جائے گا وہ اس کے لئے جہنم کا سامان سفر ہوگا، بیشک اللہ تعالیٰ بدی کو بدی سے نہیں مٹاتا، بلکہ بدی کو نیکی سے مٹاتا ہے، یقیناً ناپاک ناپاک کو نہیں مٹا سکتا۔

● ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''إِنَّ أَعْجَلَ الطَّاعَةِ ثَوَابًا صِلَةُ الرَّحِمِ، وَإِنَّ أَهْلَ الْبَيْتِ لَيَكُونُونَ فُجَّارًا، فَتَنْمُو أَمْوَالُهُمْ، وَيَكْثُرُ عَدَدُهُمْ، إِذَا وَصَلُوا أَرْحَامَهُمْ، وَإِنَّ أَعْجَلَ الْمَعْصِيَةِ عُقُوبَةً الْبَغْيُ وَالْخِيَانَةُ، وَالْيَمِينُ الْغَمُوسُ تُذْهِبُ الْمَالَ، وَتُقِلُّ فِي الرَّحِمِ، وَتَذَرُ الدِّيَارَ بَلَاقِعَ''۔ [2]

یقیناً سب سے جلدی ثواب والی نیکی صلہ رحمی ہے، بیشک گھر والے بدعمل ہوتے ہیں، اس کے باوجود ان کے اموال بڑھتے ہیں اور ان کی تعداد میں اضافہ ہوتا ہے جب وہ صلہ رحمی کرتے ہیں، اور سب سے جلد سزا والی معصیت ظلم اور خیانت ہے، اور جھوٹی قسم مال

---

[1] مسند احمد، حدیث: ۲۷۶۳، وشعب الایمان بیہقی، حدیث: ۵۱۳۶، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس کے ابتدائی حصہ کو صحیح اور آخری حصہ کو حسن قرار دیا ہے، دیکھئے: ضعیف الترغیب والترہیب، حدیث ۱۰۷۶، حاشیہ: ۲، وسلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ، حدیث: ۲۷۱۴، اور مسند احمد کے محققین نے اسے موقوفاً صحیح قرار دیا ہے، حاصل یہ کہ حدیث قابل استشہاد ہے۔

[2] المعجم الأوسط، حدیث: ۱۰۹۲، والسنن الکبریٰ للبیہقی، حدیث: ۱۹۸۷۲، دیکھئے: الصحیحۃ، حدیث: ۹۷۸، صحیح الجامع، حدیث: ۵۳۹۱۔

کو برباد کر دیتی ہے، رشتہ داری توڑ دیتی ہے، اور بستیوں کو ویران کر دیتی ہے۔

اور ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

● ''إِنَّ أَعْجَلَ الطَّاعَةِ ثَوَابًا صِلَةُ الرَّحِمِ؛ حَتَّى إِنَّ أَهْلَ الْبَيْتِ لِيَكُونُوا فَجَرَةً فَتَنْمُو أَمْوَالُهُمْ وَيَكْثُرُ عَدَدُهُمْ إِذَا تَوَاصَلُوا، وَمَا مِنْ أَهْلِ بَيْتٍ يَتَوَاصَلُونَ فَيَحْتَاجُونَ''۔ [1]

یقیناً سب سے جلدی ثواب والی نیکی صلہ رحمی ہے، حتیٰ کہ گھر والے بدعمل ہوتے ہیں، اس کے باوجود ان کے اموال میں برکت و بڑھوتری ہوتی ہے اور ان کی تعداد میں اضافہ ہوتا ہے جب وہ آپس میں صلہ رحمی کرتے ہیں، اور آپس میں رشتہ ناطہ جوڑنے والا کوئی گھرانہ محتاج نہیں رہ سکتا۔

⑤ ظلم وزیادتی اور مظلوم کی بد دعا:

اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے ظلم کو خود اپنے اوپر اور بندوں کے درمیان حرام کر دیا ہے، اور مظلوم کی مدد کرتے ہوئے اُس کی بد دعا کی قبولیت کو یقینی قرار دیا ہے۔ عورتوں کو ان کے حق وراثت سے محروم کرنا بھی سراسر ظلم اور سنگین بربریت ہے، اور یہ ظلم کرنے والے ان مظلوم بہنوں، بیٹیوں، ماؤں اور بیویوں کی بد دعاؤں اور حسرت بھری آہوں سے دو چار ہوں گے لہٰذا انہیں ان کی بد دعاؤں سے بچنا چاہئے کیونکہ مظلوم کی بد دعا اور اللہ کے درمیان کوئی آڑ نہیں ہے دیر سہی مگر اللہ ان کی ضرور مدد فرمائے گا اور ان کی بد دعائیں رنگ لائیں گی !!

ان ظالموں کے ظلم کے سبب نہ جانے کتنی مائیں حسرت و مایوسی کی تصویر بن گئیں، کتنی بہنوں

[1] صحیح ابن حبان، حدیث: ۴۴۰، دیکھئے: التعلیقات الحسان علی صحیح ابن حبان، ۱/ ۴۴۶، علامہ البانی نے اسے حسن لغیرہ قرار دیا ہے، دیکھئے: سلسلۃ الآحادیث الصحیحۃ، حدیث: ۹۷۸۔

نے اشکوں کے دریا بہا دیئے، کتنی بیٹیاں بھیک مانگنے اور جسم فروشی کرنے پر مجبور ہوگئیں، اور کتنی بیواؤں کے کلیجے حسرت و یاس چھلنی ہو گئے!!

- حدیث قدسی میں اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

''يَا عِبَادِي إِنِّي حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلَى نَفْسِي، وَجَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا، فَلَا تَظَالَمُوا''۔[1]

اے میرے بندو! یقیناً میں نے اپنے اوپر ظلم حرام کرلیا ہے اور اُسے تمہارے درمیان بھی حرام کردیا ہے، اس لئے تم آپس میں ظلم نہ کرو۔

- نبی کریم ﷺ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا:

''اتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ، فَإِنَّهَا لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللَّهِ حِجَابٌ''۔[2]

مظلوم کی بددعا سے بچنا، کیونکہ اس کے اللہ کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔

- اسی طرح ایک دوسری حدیث میں اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا:

''ثَلَاثُ دَعَوَاتٍ مُسْتَجَابَاتٌ لَا شَكَّ فِيهِنَّ: دَعْوَةُ الْمَظْلُومِ، وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ، وَدَعْوَةُ الْوَالِدِ عَلَى وَلَدِهِ''۔[3]

تین دعائیں/ بددعائیں بلاشبہہ مقبول ہیں: مظلوم کی بددعا، مسافر کی دعا اور اولاد کے خلاف والد کی بددعا۔

اور ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے مزید تاکید کرتے ہوئے فرمایا:

---

[1] صحیح مسلم، حدیث: ۲۵۷۷۔

[2] صحیح بخاری، حدیث: ۲۴۴۸، وصحیح مسلم، حدیث: ۱۹۔

[3] سنن ترمذی، حدیث: ۳۴۴۸، وبن ماجہ، حدیث: ۳۸۶۲، ومسند احمد، حدیث: ۸۵۸۱، علامہ البانی اور مسند کے محققین نے اسے حسن قرار دیا ہے۔

● ’’وَدَعْوَةُ الْمَظْلُومِ، يَرْفَعُهَا اللهُ فَوْقَ الْغَمَامِ، وَيَفْتَحُ لَهَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ، وَيَقُولُ الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ: بِعِزَّتِي لَأَنْصُرَنَّكِ وَلَوْ بَعْدَ حِينٍ‘‘۔[1]

اور مظلوم کی بددعا کو اللہ تعالیٰ بدلیوں کے اوپر اٹھاتا ہے‘ اس کے لئے آسمان کے دروازے کھولتا ہے اور رب عزوجل فرماتا ہے: میری عزت کی قسم! کچھ دیر بعد سہی مگر میں تیری ضرور مدد کروں گا۔

یہی نہیں بلکہ مظلوم اگر فاسق و فاجر حتیٰ کہ کافر بھی ہو تو مظلومیت کی بنا پر اس کی بددعا قبول ہوتی ہے چہ جائیکہ مسلمان اور قریب ترین رشتہ دار ہوں، لہٰذا کسی وارث کو اس کی بدعملی اور گناہ و معصیت کے سبب اس کے حق سے محروم نہیں کیا جاسکتا، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

● ’’دَعْوَةُ الْمَظْلُومِ مُسْتَجَابَةٌ، وَإِنْ كَانَ فَاجِرًا فَفُجُورُهُ عَلَى نَفْسِهِ‘‘۔[2]

مظلوم کی بددعا مقبول ہے، اگر وہ بدکردار ہو تو اس کی بدکرداری کا وبال اُس پر ہوگا۔

اسی طرح انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

● ’’اتَّقُوا دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ، وَإِنْ كَانَ كَافِرًا، فَإِنَّهُ لَيْسَ دُونَهَا حِجَابٌ‘‘۔[3]

مظلوم کی بددعا سے بچو اگرچہ وہ کافر ہو، کیونکہ اس کی بددعا کے سامنے کوئی آڑ نہیں ہے۔

اسی لئے نبی کریم ﷺ جو سراپا عدل تھے‘ مظلوم کی بددعا سے اللہ کی پناہ مانگتے تھے:

---

[1] مسند احمد، حدیث: ۸۰۴۳،۹۷۴۳، مسند کے محققین نے طرق اور شواہد کے ساتھ حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

[2] مسند احمد، حدیث: ۸۷۹۵، و مسند ابو داود طیالسی، حدیث: ۲۴۵۰، علامہ البانی نے اسے حسن قرار دیا ہے، دیکھئے: سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ، ۲/ ۳۹۷، حدیث: ۷۶۷ کے تحت۔ وصحیح الجامع، حدیث: ۳۳۸۲، وصحیح الترغیب والترہیب، حدیث: ۲۲۲۹۔

[3] مسند احمد، حدیث: ۱۲۵۴۹، اسے بھی علامہ البانی نے حسن قرار دیا ہے، دیکھئے: سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ، حدیث: ۷۶۷، وصحیح الجامع، حدیث: ۱۱۹، وصحیح الترغیب والترہیب، حدیث: ۲۲۳۱۔

’’اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ ... وَمِنْ دَعْوَةِ الْمَظْلُومِ‘‘۔ [1]

اور اے اللہ! میں مظلوم کی بد دعا سے بھی تیری پناہ چاہتا ہوں۔

⑥ حرام خور کی دعا کی عدم قبولیت:

حرام آمدنی اور کمائی کا ایک وبال یہ بھی ہے کہ انسان بر وقت تو مست و مگن ہو جاتا ہے مگر اُس کے سبب اس کی دعائیں قبول نہیں ہوتی ہیں، جبکہ انسان ہر پل اپنے رب کی رحمتوں کا محتاج ہوتا ہے نیز اپنی مشکلات میں اُس سے مدد کی بھیک مانگتا ہے! لہٰذا عورتوں کو حق وراثت سے محروم کر کے ان کے نصیبہ پر داد عیش دینے والوں بھی ڈرنا اور سوچنا چاہیئے کہ ان کی دعائیں کیونکر قبول ہوں گی!!

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

’’أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّ اللهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا، وَإِنَّ اللهَ أَمَرَ الْمُؤْمِنِينَ بِمَا أَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِينَ، فَقَالَ: {يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا، إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ} [المؤمنون:51] وَقَالَ: {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ} [البقرة:172] ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ، يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ، يَا رَبِّ، يَا رَبِّ، وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ، وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ، وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ، وَغُذِيَ بِالْحَرَامِ، فَأَنَّى يُسْتَجَابُ لِذَلِكَ؟‘‘۔ [2]

اے لوگو! بیشک اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاک ہی قبول فرماتا ہے، اور اللہ نے مومنوں کو

---

[1] سنن ترمذی، حدیث: ۳۴۳۹، علامہ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

[2] صحیح مسلم، حدیث: ۱۰۱۵۔

وہی حکم دیا ہے جو رسولوں کو دیا ہے، جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے: (اے پیغمبرو! حلال چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو، تم جو کچھ کر رہے ہو اس سے میں بخوبی واقف ہوں)، نیز ارشاد فرمایا: (اے ایمان والو! جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تمہیں دے رکھی ہیں انہیں کھاؤ)، پھر آپ ﷺ نے اس آدمی کا ذکر فرمایا جو دور دراز کا سفر کرتا ہے، اس کے بال پراگندہ اور وہ غبار آلود ہوتا ہے، وہ اپنے دونوں ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھا کر کہتا ہے: اے رب! اے رب! جب کہ اس کا کھانا حرام ہے، اس کا پینا حرام ہے، اس کا لباس حرام ہے اور حرام ہی سے اس کی پرورش ہوئی ہے، تو اس کی دعا کہاں سے قبول ہوگی؟!

سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ کے یہاں حق و انصاف کا یہ پہلو کس قدر نرالا اور فکر انگیز ہے کہ اس کی بارگاہ میں مظلوم کی دعا رد نہیں کی جاتی بلاشبہ قبول ہوتی ہے خواہ وہ فاسق و بدکردار حتیٰ کہ کافر ہی کیوں نہ ہو اور ظالم و حرام خور کی دعاء گریہ وزاری، رفع یدین، اظہار عاجزی و محتاجگی اور یارب، یارب کہنے کے باوجود قبول نہیں ہوتی!!

⑦ روزِ قیامت فضیحت و رسوائی:

قیامت کے دن کی رسوائی سب سے بڑی رسوائی ہوگی، اس دن کی رسوائی کا ایک سبب لوگوں کا ناحق شرعی جواز کے بغیر ہڑپ کیا ہوا مال بھی ہوگا، جسے وہ اپنی گردن پر لادے ہوئے علی رؤوس الاشہاد اللہ کے سامنے حاضر ہوگا، خواہ وہ مال کسی بھی نوعیت کا ہو۔ اس کی ایک مثال خواتین رشتہ داروں کا ہڑپ کیا ہوا حق وراثت بھی ہے جسے مرد حضرات ناحق ہتھیا لیتے ہیں! یہ دنیا میں بندوں سے پوشیدہ رہ سکتا ہے لیکن قیامت کے دن تمام اولین و آخرین کے سامنے رسوائی کا سبب ہوگا۔

ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"... وَاللهِ لَا يَأْخُذُ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنهَا شَيْئًا بِغَيْرِ حَقِّهِ، إِلَّا لَقِيَ اللهَ تَعَالَى يَحْمِلُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَلَا أَعْرِفَنَّ أَحَدًا مِنْكُمْ لَقِيَ اللهَ يَحْمِلُ بَعِيرًا لَهُ رُغَاءٌ، أَوْ بَقَرَةً لَهَا خُوَارٌ، أَوْ شَاةً تَيْعَرُ"، ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى رُئِيَ بَيَاضُ إِبْطَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: "اللهُمَّ، هَلْ بَلَّغْتُ؟"۔ [1]

اللہ کی قسم! تم میں سے جو بھی اس میں سے کوئی چیز ناحق لے لے گا، قیامت کے دن اُسے لادے ہوئے اللہ سے ملے گا، لہٰذا میں تم میں سے کسی کو نہ پہچانوں جو بلبلاتا ہوا اونٹ، یا رانبھتی ہوئی گائے، یا ممیاتی ہوئی بکری لادے ہوئے اللہ سے ملے۔ پھر آپ نے اپنے ہاتھوں کو اٹھایا یہاں تک کہ آپ کے بغل کی سفیدی نظر آئی، اور فرمایا: اے اللہ! کیا میں نے پہنچا دیا؟

اور صحیح بخاری کی ایک دوسری روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لا يَأْتِي بِشَيْءٍ إِلَّا جَاءَ بِهِ يَوْمَ القِيَامَةِ يَحْمِلُهُ عَلَى رَقَبَتِهِ، إِنْ كَانَ بَعِيرًا لَهُ رُغَاءٌ، أَوْ بَقَرَةً لَهَا خُوَارٌ، أَوْ شَاةً تَيْعَرُ"، ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى رَأَيْنَا عُفْرَتَيْ إِبْطَيْهِ "أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ" ثَلَاثًا۔ [2]

اللہ کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جو بھی شخص کوئی چیز ناحق لے لے گا وہ قیامت کے دن اُسے اپنی گردن پر لادے ہوئے آئے گا، خواہ وہ بلبلاتا ہوا اونٹ ہو، یا رانبھتی ہوئی گائے، یا ممیاتی ہوئی بکری۔ پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھایا یہاں تک کہ ہم نے آپ کے بغلوں کی سفیدی دیکھی، آپ نے (تین مرتبہ) فرمایا:

---

[1] صحیح بخاری، حدیث: ۶۹۷۹، وصحیح مسلم، حدیث: ۱۸۳۲۔

[2] صحیح بخاری، حدیث: ۷۱۷۴۔

کیا میں نے پہنچا دیا؟

⑧ قیامت کے دن ظلمت وتاریکی:

ظلم کرنے والے قیامت کے دن تہ بہ تہ تاریکیوں میں ہوں گے انہیں کوئی راستہ سجھائی نہ دے گا، ان کا ظلم وستم اُن پر سختی اور اذیت بن جائے گا اور انہیں مختلف عذاب اور سنگین سزاؤں سے دوچار کیا جائے گا۔ عورتوں کو میراث کے حق سے محروم کرنا یا انہیں ان کا پورا حق نہ دینا بھی سنگین قسم کا ظلم ہے جو زورآوروں کی جانب سے کمزور و بے سہارا عورتوں پر ہوتا ہے، جبکہ وہ خود ان کی حد درجہ قریبی رشتہ دار ہوتی ہیں!

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”اتَّقُوا الظُّلْمَ، فَإِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَاتَّقُوا الشُّحَّ، فَإِنَّ الشُّحَّ أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، حَمَلَهُمْ عَلَى أَنْ سَفَكُوا دِمَاءَهُمْ وَاسْتَحَلُّوا مَحَارِمَهُمْ“۔ [1]

ظلم سے بچو، کیونکہ ظلم قیامت کے دن تاریکیاں بن جائے گا، اور کنجوسی سے بچو، کیونکہ کنجوسی نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کر دیا، انہیں اپنے خون بہانے اور اپنی محرمات کو حلال ٹھہرانے پر آمادہ کیا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ابن الجوزی رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

”إِنَّمَا يَنْشَأُ الظُّلْمُ عَنْ ظُلْمَةِ الْقَلْبِ لِأَنَّهُ لَوِ اسْتَنَارَ بِنُورِ الْهُدَى لَاعْتَبَرَ، فَإِذَا سَعَى الْمُتَّقُونَ بِنُورِهِمُ الَّذِي حَصَلَ لَهُمْ بِسَبَبِ التَّقْوَى اكْتَنَفَتْ ظُلُمَاتُ الظُّلْمِ الظَّالِمَ حَيْثُ لَا يُغْنِي عَنهُ ظلمه شَيْئًا“۔ [2]

---

① صحیح مسلم، حدیث: ۲۵۷۸، نیز دیکھئے: شرح النووی علی مسلم، ۱۶/ ۱۳۴۔

② فتح الباری لابن حجر، ۵/ ۱۰۰۔

درحقیقت ظلم دل کی تاریکی کے سبب رونما ہوتا ہے، کیونکہ اگر دل نورِ ہدایت سے منور ہو تو ضرور عبرت لے گا، چنانچہ جب متقی حضرات تقویٰ کے سبب حاصل کردہ اپنے نور کی روشنی میں دوڑیں گے تو ظلم کی گھٹا ٹوپ ظلمتیں اور تاریکیاں ظالم کو اپنے گھیرے میں لے لیں گی، اُس کا ظلم اُس کے کچھ کام نہ آئے گا۔

⑨ قرابت داروں کا حق اور قیامت کے دن کی مفلسی:

قیامت کے دن بندوں پر کیئے گئے ظلم کا ظالموں سے قصاص لیا جائے گا، جب تک مظلوموں کو ان کا بدلہ نہیں مل جائے گا انہیں جنت میں داخلہ کی اجازت نہیں دی جائے گی، پھر ظالم کی نیکیوں سے ہر مظلوم کو اس کا بدلہ دیا جائے گا، اور نیکیاں ختم ہو جانے کی صورت میں اُن کے گناہ اُس پر لاد دیئے جائیں گے، اور پھر سزا کے لئے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ **ان مظلوموں میں خصوصیت کے ساتھ وہ ماں، بہن، بیٹی اور بیوی بھی ہوگی، جس کے بیٹے، بھائی، باپ اور شوہر نے دنیا میں اس کا حق مارا ہوگا اور اُسے اس کے حق میراث اور دیگر حقوق سے محروم کیا ہوگا!!**

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ''**يَخْلُصُ المُؤْمِنُونَ مِنَ النَّارِ، فَيُحْبَسُونَ عَلَى قَنْطَرَةٍ بَيْنَ الجَنَّةِ وَالنَّارِ، فَيُقَصُّ لِبَعْضِهِمْ مِنْ بَعْضٍ مَظَالِمُ كَانَتْ بَيْنَهُمْ فِي الدُّنْيَا، حَتَّى إِذَا هُذِّبُوا وَنُقُّوا أُذِنَ لَهُمْ فِي دُخُولِ الجَنَّةِ، فَوَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَأَحَدُهُمْ أَهْدَى بِمَنْزِلِهِ فِي الجَنَّةِ مِنْهُ بِمَنْزِلِهِ كَانَ فِي الدُّنْيَا**''۔ [1]

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **مومنین جہنم سے چھٹکارا پالیں گے، پھر انہیں جنت وجہنم کے درمیان ایک چھوٹے پُل پر روکا جائے**

[1] صحیح بخاری، حدیث: ۶۵۳۵۔

گا اور دنیا میں ان کے مابین ہوئے ظلم و ناانصافی کا ایک دوسرے سے قصاص (بدلہ) لیا جائے گا، یہاں تک کہ جب حقوق کا لین دین کر کے انہیں ستھرا کر دیا جائے گا تو دخول جنت کی اجازت دی جائے گی۔ اللہ کی قسم! جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے! ہر شخص کو اپنی جنت کی منزل دنیا کے گھر سے بھی زیادہ اچھی طرح معلوم ہو گی۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ''**أَتَدْرُونَ مَا الْمُفْلِسُ؟**'' قَالُوا: الْمُفْلِسُ فِينَا مَنْ لَا دِرْهَمَ لَهُ وَلَا مَتَاعَ، فَقَالَ: ''**إِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ أُمَّتِي يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلَاةٍ، وَصِيَامٍ، وَزَكَاةٍ، وَيَأْتِي قَدْ شَتَمَ هَذَا، وَقَذَفَ هَذَا، وَأَكَلَ مَالَ هَذَا، وَسَفَكَ دَمَ هَذَا، وَضَرَبَ هَذَا، فَيُعْطَى هَذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ، وَهَذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ، فَإِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهُ قَبْلَ أَنْ يُقْضَى مَا عَلَيْهِ أُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ، ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ**''۔ [1]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟ صحابہ نے کہا: ہم میں تو مفلس وہ ہے جس کے پاس کوئی درہم یا سامان نہ ہو! آپ ﷺ نے فرمایا: حقیقت میں میری امت کا مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ اور زکاۃ لے کر آئے گا، ساتھ ہی اس نے اِس کو گالی دی ہوگی، اس پر تہمت لگائی ہوگی، اس کا مال کھایا ہوگا، اس کا خون بہایا ہوگا، اور اس کو مارا ہوگا! لہٰذا اسے اس کی نیکیوں میں سے دے دیا جائے گا، اور اسے اس کی نیکیوں میں سے دیدیا جائے گا، اور اگر اُس پر واجب حقوق کی ادائیگی سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو مظلوموں کے گناہ لے کر اُس پر ڈال دیئے جائیں گے، پھر اُسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا!!

[1] صحیح مسلم، حدیث: ۲۵۸۱۔

قیامت کے دن ہر ماں، بہن، بیٹی، بیوی اپنے بیٹے، بھائی، باپ اور شوہر سے اپنے حق کا قصاص لے گی!!

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمان باری:

﴿إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَظۡلِمُ مِثۡقَالَ ذَرَّةٖۖ وَإِن تَكُ حَسَنَةٗ يُضَٰعِفۡهَا وَيُؤۡتِ مِن لَّدُنۡهُ أَجۡرًا عَظِيمٗا ۝٤٠﴾ [النساء:۴۰]۔

بے شک اللہ تعالیٰ ایک ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا اور اگر نیکی ہو تو اسے دوگنی کر دیتا ہے اور خاص اپنے پاس سے بہت بڑا ثواب دیتا ہے۔

اور ﴿فَإِذَا نُفِخَ فِي ٱلصُّورِ فَلَآ أَنسَابَ بَيۡنَهُمۡ يَوۡمَئِذٖ وَلَا يَتَسَآءَلُونَ ۝١٠١﴾ [المؤمنون:۱۰۱]۔

پس جب کہ صور پھونک دیا جائے گا اس دن نہ تو آپس کے رشتے داریاں رہیں گے، نہ آپس کی پوچھ گچھ۔

کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

”يؤخَذ بيد العبد أو الأمة يوم القيامة على رءوس الأوّلين والآخرين، قال: وينادي مناد: ألا إن هذا فلان ابن فلان، فمن كان له حق قبله فليأت إلى حقه، قال: **فتفرح المرأة يومئذ أن يكون لها حقّ على ابنها، أو على أبيها، أو على أخيها، أو على زوجها {فلا أنساب بينهم يَوْمَئِذٍ وَلا يَتَسَاءَلُونَ}**. فيقول الربّ تبارك وتعالى للعبد: أعط هؤلاء حقوقهم، فيقول: أي ربّ، فَنِيت الدنيا، فمن أين أعطيهم؟ فيقول للملائكة: خذوا من أعماله الصالحة وأعطوا لكل إنسان بقدر طلبته، فإن كان له فضلُ

مثقال حبة من خردل ضاعفها الله له حتى يدخله بها الجنة، ثم تلا ابن مسعود: {**إِنَّ اللَّهَ لا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَإِنْ تَكُ حَسَنَةً يُضَاعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَدُنْهُ أَجْرًا عَظِيمًا**} وإن كان عبدا شقيا، قالت الملائكة: ربنا، فنيت حسناتُه وبقي طالبون كثير، فيقول: خذوا من أعمالهم السيئة فأضيفوها إلى سيئاته، وصُكُّوا له صَكًّا إلى النار''۔[1]

قیامت کے دن غلام یا باندی کا ہاتھ پکڑ کر تمام اولین وآخرین کے سامنے لایا جائے گا، اور ایک منادی آواز لگائے گا: سن لو! یہ فلاں بن فلاں ہے، جس کا اِس پر کوئی حق ہو وہ اُس سے اپنا حق لے لے! کہتے ہیں: یہ سن کر اس دن عورت خوش ہو جائے گی کہ اس (ماں) کا اس کے بیٹے پر حق ہے، یا (اس بیٹی کا) اس کے باپ پر حق ہے، یا (اس بہن کا) اس کے بھائی پر حق ہے، یا (اس بیوی کا) اس کے شوہر پر حق ہے!! ارشاد باری ہے: (اس دن نہ تو آپس کے رشتے دار ہی رہیں گے، نہ آپس کی پوچھ گچھ)۔ تو رب سبحانہ وتعالیٰ بندے سے کہے گا: ان لوگوں کو ان کا حق دیدے؟ وہ کہے گا: اے میرے رب! دنیا فنا ہو چکی ہے، اب میں انہیں کہاں سے دوں؟ تو اللہ فرشتوں سے کہے گا: اس کے نیک اعمال میں سے لو اور ہر انسان کو اس کے مطالبہ کے مطابق دیدو!! پھر اگر اس کے پاس رائی کے دانہ کے برابر نیکی بچے گی تو اللہ تعالیٰ اُسے گنا در گنا بڑھا دے گا، یہاں تک کہ اُسے جنت میں داخل کر دے گا، پھر ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: (بے شک اللہ تعالیٰ ایک ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا اور اگر نیکی ہو تو اسے دوگنی کر دیتا ہے اور خاص اپنے پاس سے بہت بڑا ثواب دیتا ہے) اور اگر وہ بندہ بد بخت ہو گا تو

[1] (تفسیر طبری، ۸/ ۳۶۳، اثر: ۹۵۰۹، اثر صحیح ہے، دیکھئے: حاشیہ نمبر ۵، نیز دیکھئے: ۱۹/ ۷۲، وتفسیر ابن أبي حاتم، ۳/ ۹۵۴، اثر: ۵۳۳۵)۔

فرشتے کہیں گے: اے ہمارے رب! اس کی نیکیاں ختم ہوگئیں جبکہ ابھی مطالبہ کرنے والے بہت سے لوگ باقی ہیں، تو اللہ فرمائے گا: اُن کی بداعمالیاں لے کر اُس کے گناہوں میں شامل کر دو، اور اُسے دھکا دے کر جہنم میں ڈال دو (یا جہنم کا پروانہ دیدو)۔

⑩ قطع رحمی اور اس کا انجام:

میراث کے حقداروں بالخصوص عورتوں کو اُس سے محروم کرنے کا ایک سنگین نتیجہ یہ بھی ہے کہ اس سے رشتے ناطے ٹوٹ جاتے ہیں، برسوں تک یا بسا اوقات زندگی بھر ایک ہی خاندان بلکہ نہایت قریبی رشتوں میں دراڑیں پڑ جاتی ہیں، آپس میں بغض و کینہ کے سبب قطع کلامی ہو جاتی ہے، خونی و صلبی رشتوں میں نفرت و عداوت قائم ہو جاتی ہے، اور پھر یہ نفرت آئندہ نسلوں تک جاری رہتی ہے اور کبھی کبھی اس کا انجام خونیں واردات کی شکل میں بھی پیش آتا ہے۔ جبکہ شریعت میں صلہ رحمی کی بڑی تاکید اور فضیلت آئی ہے اور قطع رحمی اور اس کے اسباب اپنانے کی مذمت اور اس سلسلہ میں خطرناک وعیدیں آئی ہیں۔

اللہ عزوجل نے قطع رحمی کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے، ارشاد ہے:

﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِن تَوَلَّيْتُمْ أَن تُفْسِدُوا۟ فِى ٱلْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوٓا۟ أَرْحَامَكُمْ ﴿٢٢﴾ أُو۟لَـٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ لَعَنَهُمُ ٱللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰٓ أَبْصَـٰرَهُمْ ﴿٢٣﴾﴾ [محمد: ۲۲،۲۳]۔

اور تم سے یہ بھی بعید نہیں کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو تم زمین میں فساد برپا کر دو اور رشتے ناتے توڑ ڈالو۔ یہ وہی لوگ ہیں جن پر اللہ کی پھٹکار ہے اور جن کی سماعت اور آنکھوں کی روشنی چھین لی ہے۔

عورتوں کا حق وراثت ہڑپ کرنا قطع رحمی ہے، جس کی سزا آخرت سے پہلے دنیا ہی میں مل

جائے گی۔

ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”مَا مِنْ ذَنْبٍ أَجْدَرُ أَنْ يُعَجِّلَ اللّٰهُ تَعَالَى لِصَاحِبِهِ الْعُقُوبَةَ فِي الدُّنْيَا، مَعَ مَا يَدَّخِرُ لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِثْلُ الْبَغْيِ وَقَطِيعَةِ الرَّحِمِ“۔ [1]

زیادتی اور قطع رحمی سے زیادہ مناسب کوئی گناہ نہیں جس کے مرتکب کو اللہ تعالیٰ دنیا میں ہی سزا دیدے، ساتھ ہی آخرت میں اس کی سزا کو ذخیرہ بھی کردے۔

اور دوسری روایت میں ہے:

”مَا مِنْ ذَنْبٍ أَجْدَرُ أَنْ يُعَجِّلَ اللّٰهُ لِصَاحِبِهِ الْعُقُوبَةَ مَعَ مَا يَدَّخِرُ لَهُ فِي الْآخِرَةِ، مِنْ قَطِيعَةِ الرَّحِمِ وَالْخِيَانَةِ وَالْكَذِبِ. وَإِنَّ أَعْجَلَ الْبِرِّ ثَوَابًا لَصِلَةُ الرَّحِمِ، حَتَّى إِنَّ أَهْلَ الْبَيْتِ لَيَكُونُوا فُقَرَاءَ فَتَنْمُو أَمْوَالُهُمْ وَيَكْثُرُ عَدَدُهُمْ إِذَا تَوَاصَلُوا“۔ [2]

قطع رحمی، خیانت اور جھوٹ سے زیادہ مناسب کوئی گناہ نہیں، جس کے مرتکب کو اللہ تعالیٰ دنیا ہی میں سزا دیدے، ساتھ ہی آخرت میں اس کی سزا کو ذخیرہ کردے۔ اور یقیناً سب سے جلد ثواب والی نیکی صلہ رحمی ہے، حتیٰ کہ گھر والے فقیر ومحتاج ہوتے ہیں، مگر ان کے اموال میں بڑھوتری ہوتی ہے اور ان کی تعداد میں اضافہ ہوتا ہے جب وہ آپس میں

---

[1] سنن ابو داود، حدیث: ۴۹۰۲، نیز دیکھئے: سنن ترمذی، حدیث: ۲۵۱۱، وسنن ابن ماجہ، حدیث: ۴۲۱۱، ومسند احمد، حدیث: ۲۰۳۹۸، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے: صحیح الأدب المفرد ص: ۳۷، حدیث: ۶۷، وسلسلة الأحادیث الصحیحة، حدیث: ۹۱۸، وصحیح الجامع، حدیث: ۵۷۰۴۔

[2] مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، حدیث: ۱۳۴۵۶، بحوالہ طبرانی، اسے علامہ البانی سے صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے: صحیح الجامع، حدیث: ۵۷۰۵۔

صلہ رحمی کرتے ہیں۔

ان روایتوں میں جدارت اور مناسب ہونے کا ذکر ہے جبکہ دوسری روایتوں میں صراحت ہے کہ قطع رحمی کی سزا دنیا ہی میں مل جاتی ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''ذَنْبَانِ مُعَجَّلَانِ لَا يُؤَخَّرَانِ: الْبَغْيُ، وَقَطِيعَةُ الرَّحِمِ''۔ [1]

دوگناہوں کی سزا جلد (دنیا ہی میں) دیدی جاتی ہے' اُسے موخر نہیں کیا جاتا: ظلم وزیادتی اور قطع رحمی۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قطع رحمی کی سنگینی کے بارے میں ارشاد فرمایا:

''الرَّحِمُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَقُولُ مَنْ وَصَلَنِي وَصَلَهُ اللهُ، وَمَنْ قَطَعَنِي قَطَعَهُ اللهُ''۔ [2]

رَحِم (رشتہ) عرش سے لٹکا ہوا ہے، کہتا ہے: جو مجھے جوڑے اللہ اُسے جوڑے اور جو مجھے کاٹے اللہ اُسے کاٹ دے۔

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

''إِنَّ أَعْمَالَ بَنِي آدَمَ تُعْرَضُ كُلَّ خَمِيسٍ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ، فَلَا يُقْبَلُ عَمَلُ قَاطِعِ رَحِمٍ''۔ [3]

---

[1] مسند احمد، حدیث: ۲۰۳۸۰، ومستدرک حاکم، حدیث: ۷۳۵۰، حدیث صحیح ہے، دیکھئے: السلسلۃ الصحیحۃ، حدیث: ۱۱۲۰، وصحیح الجامع، حدیث: ۲۸۱۰۔

[2] صحیح مسلم، حدیث: ۲۵۵۵۔

[3] مسند احمد، حدیث: ۱۰۲۷۲، علامہ البانی اور مسند کے محققین نے اسے حسن قرار دیا ہے۔ دیکھئے: صحیح الترغیب والترہیب، حدیث: ۲۵۳۸۔

بنی آدم کے اعمال ہر جمعرات کو پیش کیئے جاتے ہیں، مگر رشتہ کاٹنے والے کا عمل قبول نہیں کیا جاتا۔

اور جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

''لَا يَدْخُلُ الجَنَّةَ قَاطِعٌ''۔ [1]

رشتہ ناطہ کاٹنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔

قطع رحمی سے متعلق یہ اور اس قسم کی دیگر حدیثیں عام ہیں جو کسی بھی سبب ہو سکتی ہے، ان وعیدوں میں عورتوں کو حق میراث سے محروم کرنے والے بدرجۂ اولیٰ داخل ہیں کیونکہ انہوں نے قریبی رشتہ داروں کا حق ہڑپ کر کے بغض وکینہ اور نفرت وعداوت کی بیج بوئی اور قطع تعلق کا سبب بن گئے!!

⑪ اسلام کی آمد کے بعد جاہلیت کی تقسیم حرام ہے:

تقسیم میراث کا جاہلی نظام اسلام کی آمد کے بعد حرام اور جاہلیت ہے، یعنی وراثت صرف مردوں کو دینا عورتوں کو اس سے محروم کر دینا۔لہٰذا آج مسلم معاشروں میں عورتوں کو ترکہ سے محروم کر کے صرف مردوں کا قابض ہو جانا، یا عورتوں کی دلجوئی کے لئے بطور عطیہ کچھ دے کر بقیہ مال ہڑپ کر جانا جاہلی تقسیم ہے جو اسلام میں حرام ہے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''مَا كَانَ مِنْ مِيرَاثٍ قُسِمَ فِي الجَاهِلِيَّةِ فَهُوَ عَلَى قِسْمَةِ الجَاهِلِيَّةِ، وَمَا كَانَ مِنْ مِيرَاثٍ أَدْرَكَهُ الْإِسْلَامُ فَهُوَ عَلَى قِسْمَةِ الْإِسْلَامِ''۔ [2]

---

[1] بخاری، حدیث: ۵۹۸۴، وصحیح مسلم، حدیث: ۲۵۵۶۔

[2] سنن ابن ماجہ، حدیث: ۲۷۴۹، علامہ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

جو میراث جاہلیت میں تقسیم کی جا چکی ہے وہ جاہلیت کی تقسیم پر رہے گی، اور جس میراث کا مسئلہ اسلام کی حالت میں آیا ہے اسے اسلام کے مطابق تقسیم کیا جائے گا۔

اسی طرح عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”كُلُّ قَسْمٍ، قُسِمَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَهُوَ عَلَى مَا قُسِمَ لَهُ، وَكُلُّ قَسْمٍ أَدْرَكَهُ الْإِسْلَامُ فَهُوَ عَلَى قَسْمِ الْإِسْلَامِ“۔ [1]

ہر میراث جو جاہلیت میں تقسیم کی جا چکی ہے وہ اپنی حالت پر رہے گی، اور ہر میراث جو اسلام کی حالت میں آئی ہے اُسے اسلام کے مطابق تقسیم کیا جائے گا۔

معلوم ہوا کہ آج کل جو تقسیم میراث میں عورتوں کو محروم کرنے کا طریقہ عمومی بلویٰ بن چکا ہے وہ جاہلیت کا سراسر حرام طریقہ ہے جس کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔

⑫ میراث بندہ کا حق ہے جس سے چھٹکارا نہیں مل سکتا:

بعض لوگوں سے جب ماں، بہن، بیٹی، بیوی وغیرہ رشتہ داروں کو حق میراث دینے کے بارے میں پوچھا جاتا ہے تو وہ بڑی آسانی اور اطمینان سے کہتے ہیں: نہیں دیا، اللہ معاف فرمائے، اب تو جو ہونا تھا ہو گیا!!

یاد رہے کہ یہ اللہ کا حق نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ اپنا حق معاف فرما دے گا، بلکہ یہ بندے کا حق ہے جسے اللہ نہیں چھوڑے گا! یہ بندہ کا حق بندے ہی کے معاف کرنے سے معاف ہوگا! اس حق کا تعلق بندوں کے باہمی حقوق اور مظالم سے ہے قیامت کے دن جس کا دفتر ہی الگ ہوگا، اس دفتر میں درج گناہوں کے بارے میں اللہ کا فیصلہ یہ ہے کہ ”اللہ اُسے نہیں چھوڑے گا“، ”لامحالہ اس کا قصاص دینا ہوگا“۔ ملاحظہ فرمائیں:

---

[1] ابوداود، حدیث: ۲۹۱۴، علامہ البانی نے اسے بھی صحیح قرار دیا ہے۔

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ''**الظُّلْمُ ثَلَاثَةٌ: فَظُلْمٌ لَا يَتْرُكُهُ اللَّهُ، وَظُلْمٌ يُغْفَرُ، وَظُلْمٌ لَا يُغْفَرُ، فَأَمَّا الظُّلْمُ الَّذِي لَا يُغْفَرُ فَالشِّرْكُ لَا يَغْفِرُهُ اللَّهُ، وَأَمَّا الظُّلْمُ الَّذِي يُغْفَرُ فَظُلْمُ الْعَبْدِ فِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ رَبِّهِ، وَأَمَّا الَّذِي لَا يُتْرَكُ فَقَصُّ اللَّهِ بَعْضَهُمْ مِنْ بَعْضٍ**''۔ [1]

انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ظلم تین ہیں: ایک ظلم وہ ہے جسے اللہ نہیں چھوڑے گا، دوسرا ظلم وہ ہے جس کی مغفرت ہو سکتی ہے، اور تیسرا ظلم وہ ہے جس کی مغفرت نہیں ہوگی۔ وہ ظلم جس کی مغفرت نہیں ہوگی وہ شرک ہے جسے اللہ نہیں بخشے گا، اور جس ظلم کی بخشش ہو سکتی ہے، وہ بندہ اور اس کے رب کے درمیان ہونے والا (شرک کے علاوہ) ظلم ہے، اور جس ظلم کو نہیں چھوڑا جائے گا وہ (بندوں کے درمیان باہمی) ظلم ہے جس کا اللہ تعالیٰ ایک دوسرے سے قصاص لے گا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بندوں کے درمیان ہونے والے باہمی حقوق کا ظلم نہیں چھوڑا جائے گا، بلکہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کی معافی کا راستہ قصاص ہے، اور یہ قصاص نیکیوں اور

---

[1] مسند ابو داود طیالسی، حدیث: ۲۲۲۳، ومسند البزار/البحر الزخار، حدیث: ۶۴۹۳، دیکھئے: کشف الأستار عن زوائد البزار، حدیث: ۳۴۳۹، حدیث صحیح ہے، دیکھئے: صحیح الجامع، حدیث: ۳۹۶۱، وسلسلة الأحادیث الصحیحة، حدیث: ۱۹۲۷، اس معنیٰ کی ایک اور روایت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مسند احمد (۲۶۰۳۱) اور مستدرک حاکم (۸۷۱۷) میں مروی ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں: ''الدَّوَاوِينُ عِنْدَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ ثَلَاثَةٌ: دِيوَانٌ لَا يَعْبَأُ اللهُ بِهِ شَيْئًا، وَدِيوَانٌ لَا يَتْرُكُ اللهُ مِنْهُ شَيْئًا، وَدِيوَانٌ لَا يَغْفِرُهُ اللهُ...''۔ (عزوجل کے یہاں گناہوں کے تین دفتر ہیں: ایک دفتر وہ ہے جس میں درج گناہوں (شرک کے علاوہ جناب باری کے دیگر گناہ) کی اللہ تعالیٰ کوئی پروا نہیں کرے گا، دوسرا وہ ہے جس میں درج گناہوں میں سے اللہ تعالیٰ کچھ بھی نہ چھوڑے گا (بندوں کے باہمی حقوق سے متعلقہ گناہ)، اور تیسرا وہ ہے جس میں درج گناہ (شرک) کو اللہ نہیں بخشے گا)۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس کی تضعیف فرمائی ہے مگر مذکورہ روایت کے شاہد کے طور پر ذکر فرمایا ہے۔)

بدیوں کے ذریعہ ہوگا، جیسا کہ نویں نقطہ کے ضمن میں قصاص کی تفصیل گزر چکی ہے۔

⑬ ظلم کرنے والا ذمہ دار شفاعت رسول ﷺ سے محروم ہوگا:

ظلم و ناانصافی اور زیادتی کا ایک وبال یہ بھی ہے کہ روز قیامت جب مومنین نبی کریم ﷺ کی سفارش سے سرفراز ہوں گے تو ظلم و ناانصافی کرنے والے یہ ظالم آپ کی سفارش سے محروم کردیئے جائیں گے، اس ظلم کے عموم میں حق وراثت کی بابت مسلم سماج میں عورتوں پر ہونے والا ظلم اور ظلم کرنے والے بھی شامل ہیں۔

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: **''صِنْفَانِ مِنْ أُمَّتِي لَنْ تَنَالُهُمَا شَفَاعَتِي: إِمَامٌ ظَلُومٌ، وَكُلُّ غَالٍ مَارِقٍ''۔**[1]

ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت کے دو قسم کے لوگوں کو میری سفارش ہرگز حاصل نہ ہوگی: ظالم اور ناانصاف امام، اور ہر حد سے تجاوز کرنے والا دین سے بغاوت کرنے والا!

حدیث کے دوسرے الفاظ اس طرح ہیں:

''صِنْفَانِ مِنْ أُمَّتِي لَنْ تَنَالُهُمَا شَفَاعَتِي، أَوْ لَنْ أَشْفَعَ لَهُمَا: أَمِيرٌ ظَلُومٌ غُشَومٌ عَسُوفٌ، وَكُلُّ غَالٍ مَارِقٍ''۔[2]

میری امت کے دو قسم کے لوگوں کو میری سفارش ہرگز حاصل نہ ہوگی، یا میں ان کے لئے ہرگز سفارش نہ کروں گا: ہر درجہ ظالم و جابر اور سخت گیر امیر، اور ہر حد سے تجاور کرنے

---

① المعجم الکبیر طبرانی، حدیث: ۸۰۷۹۔

② مساوئ الأخلاق، خرائطی، ص: ۲۸۶، حدیث: ۶۱۲، علامہ البانی رحمہ اللہ نے ان احادیث کو حسن قرار دیا ہے، دیکھئے: سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ، حدیث: ۴۷۰، وصحیح الجامع، حدیث: ۳۷۹۸، وصحیح الترغیب والترہیب، حدیث: ۲۲۱۸۔

والادین سے نکل جانے والا!

واضح رہے کہ حدیث میں امام (ذمہ دار) کا ذکر ہے جس کے لئے وعید آئی ہے، لیکن اس وعید کا سبب امامت نہیں بلکہ ظلم و ناانصافی ہے البتہ وعید کی سنگینی امامت سے متعلق ہو سکتی ہے۔ عورتوں کا حق وراثت ہڑپ کرنے والے حضرات بھی امام عام کے بعد اپنے گھر کی عورتوں کے اور باپ کے مال کے ذمہ دار، مسؤول اور راعی ہیں، جیسا کہ نبی کریم ﷺ ارشاد ہے:

''الإِمَامُ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي أَهْلِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ،... وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي مَالِ أَبِيهِ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ''۔ [1]

امام وقت ذمہ دار ہے اور اس سے اپنی رعایا کے بارے میں باز پرس ہوگی، اور آدمی اپنے گھر والوں کا ذمہ دار ہے، اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال کیا جائے گا،... یا فرمایا: آدمی اپنے باپ کے مال کا ذمہ دار ہے اس سے اس کی ذمہ داری کے بارے میں باز پرس ہوگی۔

⑭ حق وراثت ہڑپ کرنا اللہ سے بے حیائی ہے:

ایک مسلمان ہونے کے ناطے ہر شخص کی ذمہ داری ہے کہ وہ اللہ سے کما حقہ شرم کرے، اللہ سے کما حقہ شرم کرنے کا معنیٰ حدیث میں یہ ہے کہ اپنے دل، دماغ، شکم اور دیگر اندرونی اعضاء کی سلامتی کی فکر کرے اور ان کی حفاظت کرے، اور ہر قسم کے ظلم و ناانصافی اور حرام سے اپنے آپ کو بچائے، دنیا کی وقتی کی لذت کے لئے رشتہ داروں کا حق نہ مارے بلکہ موت اور مرنے کے بعد اپنی بوسیدہ ہڈیوں کو یاد کرتے ہوئے اللہ کے حضور جوابدہی کی فکر اور آخرت کی تیاری کرے۔

مگر افسوس! عورتوں کو حق میراث سے محروم کرنے والے پوری جرأت، ڈھٹائی، انسانوں

---

[1] صحیح بخاری، حدیث: ۸۹۳۔

سے بے شرمی اور خود اللہ سے بے حیائی کرتے ہوئے، ماں، بہن، بیٹی، بیوی سے وراثت کے ظالمانہ دستاویزات پر دستخط لے کر سارا ترکہ ہڑپ کر جاتے ہیں!!

عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "**اسْتَحْيُوا مِنَ اللَّهِ حَقَّ الحَيَاءِ**". قَالَ: قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا نَسْتَحْيِي وَالحَمْدُ لِلَّهِ، قَالَ: "**لَيْسَ ذَاكَ، وَلَكِنَّ الاِسْتِحْيَاءَ مِنَ اللَّهِ حَقَّ الحَيَاءِ أَنْ تَحْفَظَ الرَّأْسَ وَمَا وَعَى، وَالبَطْنَ وَمَا حَوَى، وَلْتَذْكُرِ المَوْتَ وَالبِلَى، وَمَنْ أَرَادَ الآخِرَةَ تَرَكَ زِينَةَ الدُّنْيَا، فَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ فَقَدْ اسْتَحْيَا مِنَ اللَّهِ حَقَّ الحَيَاءِ**"۔ [1]

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ سے کما حقہ حیا کرو، کہتے ہیں: ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! الحمدللہ ہم حیا کرتے ہیں! آپ نے فرمایا: یہ حیاء نہیں! بلکہ اللہ سے کما حقہ حیاء یہ ہے کہ تم اپنے سر کی اور جو پرزے اور صلاحیتیں اس میں جمع ہیں اس کی حفاظت کرو اور اپنے پیٹ کی اور جو اعضاء رئیسہ اس میں اور اس کے آس پاس ہیں اس کی حفاظت کرو، (کہ وہ اللہ کی رضامندی کے خلاف اور گناہوں میں استعمال نہ ہوں)، اور تم موت اور اس کے بعد جسم کے بوسیدہ ہونے کو یاد کرو، کیونکہ جو آخرت چاہتا ہے وہ دنیا کی زیب وزینت چھوڑ دیتا ہے، لہٰذا جس نے یہ سب کیا وہ اللہ سے کما حقہ حیاء کرنے والا ہے۔

⑮ زیادتی کی سزا آخرت سے پہلے دنیا ہی میں مل جائے گی:

اللہ تعالی نے ناحق بغی یعنی کسی انسان کی جان، مال، یا آبرو پر زیادتی کرنے سے مطلق طور

[1] سنن ترمذی، حدیث: ۲۴۵۸، ومستدرک حاکم، حدیث: ۷۹۱۵، امام ذہبی نے تلخیص میں صحیح قرار دیا ہے، ومسند احمد، حدیث: ۳۶۷۱، علامہ البانی نے اسے حسن قرار دیا ہے، دیکھئے: صحیح الجامع، حدیث: ۹۳۵، وصحیح الترغیب والترہیب، حدیث: ۱۷۲۴، ۲۶۳۸، ۳۳۳۷۔

پر منع فرمایا ہے اور اسے حرام کر دیا ہے، ارشاد ہے:

﴿ إِنَّ ٱللَّهَ يَأْمُرُ بِٱلْعَدْلِ وَٱلْإِحْسَٰنِ وَإِيتَآيِٕ ذِى ٱلْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ ٱلْفَحْشَآءِ وَٱلْمُنكَرِ وَٱلْبَغْىِ ﴾ [النحل:۹۰]۔

بیشک اللہ تعالیٰ عدل کا، بھلائی کا اور قرابت داروں کے ساتھ سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی کے کاموں، ناشائستہ حرکتوں اور ظلم وزیادتی سے روکتا ہے۔

نیز ارشاد ہے:

﴿ قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّىَ ٱلْفَوَٰحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَٱلْإِثْمَ وَٱلْبَغْىَ بِغَيْرِ ٱلْحَقِّ ﴾ [الاعراف:۳۳]۔

آپ فرمائیے کہ البتہ میرے رب نے صرف حرام کیا ہے ان تمام فحش باتوں کو جو علانیہ ہیں اور جو پوشیدہ ہیں اور ہر گناہ کی بات کو اور ناحق کسی پر ظلم کرنے کو۔

علامہ سعدی رحمہ اللہ ﴿ وَٱلْإِثْمَ وَٱلْبَغْىَ بِغَيْرِ ٱلْحَقِّ ﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

”أي: الذنوب التي تؤثم وتوجب العقوبة في حقوق الله، والبغي على الناس في دمائهم وأموالهم وأعراضهم، فدخل في هذا الذنوبُ المتعلقةُ بحق الله، والمتعلقةُ بحق العباد“۔ [1]

یعنی وہ گناہ جو انسان کو اللہ کے حق میں گنہ گار بناتے ہیں اور سزا کے موجب ہوتے ہیں، اور لوگوں کی جان، مال اور عزت وآبرو پر زیادتی کا گناہ، چنانچہ اس میں اللہ کے حق سے متعلقہ اور بندوں کے حق سے متعلقہ تمام گناہ داخل ہیں۔

بندگان کے حق میں زیادتی کا یہ جرم اتنا سنگین ہے کہ اللہ تعالیٰ باغی کو اس کی سزا آخرت سے

[1] تفسیر سعدی، ص:۲۸۷۔

پہلے دنیا ہی میں دیدیتا ہے، چنانچہ نبی کریم ﷺ نے بیٹیوں کی پرورش اور اس کی فضیلت کا ذکر کرنے کے معاً بعد ان کے ساتھ جان، مال، آبرو کسی بھی قسم کی زیادتی اور نافرمانی پر آخرت سے پہلے دنیا ہی میں سزا سے آگاہ فرمادیا ہے:

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ''**مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتَّى تُدْرِكَا دَخَلْتُ الْجَنَّةَ أَنَا وَهُوَ كَهَاتَيْنِ** - وَأَشَارَ بِإِصْبَعَيْهِ السَّبَّابَةِ وَالْوُسْطَى - **وَبَابَانِ مُعَجَّلَانِ عُقُوبَتُهُمَا فِي الدُّنْيَا: الْبَغْيُ وَالْعُقُوقُ**''۔[1]

انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے دو لڑکیوں کی پرورش کی یہاں تک کہ وہ بالغ ہوگئیں، میں اور وہ جنت میں داخل ہوں گے، درانحالیکہ دونوں ان دونوں انگلیوں کی طرح ایک ساتھ ہوں گے- اور آپ نے اپنی درمیانی انگلی اور شہادت کی انگلی سے اشارہ فرمایا- اور دو گناہ ایسے ہیں جن کی سزا دنیا ہی میں دیدی جاتی ہے: ظلم وزیادتی اور والدین کی نافرمانی۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

''**إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ أَوْحَى إِلَيَّ أَنْ تَوَاضَعُوا، وَلَا يَبْغِ بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ**''۔[2]

بیشک اللہ عزوجل نے مجھے وحی فرمائی ہے کہ: تواضع اختیار کرو، تم میں کوئی کسی پر زیادتی نہ کرے۔

---

[1] مستدرک حاکم، حدیث: ۷۳۵۰، علامہ ذہبی نے تلخیص میں اسے صحیح قرار دیا ہے، نیز علامہ البانی نے بھی اسے صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے: سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ، حدیث: ۱۱۲۰، وصحیح الجامع، حدیث: ۲۸۱۰۔

[2] الأدب المفرد، ص: ۱۵۳، حدیث: ۴۲۶، علامہ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے: سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ، حدیث: ۵۷۰۔

ان احادیث میں وارد عام ''بغی'' (زیادتی) میں خصوصی طور پر اپنے اقارب کے مالِ وراثت پر زیادتی کرنا اور انہیں ترکہ سے بے دخل کر کے سارا مال ہڑپ کر لینا بدرجہ اولیٰ داخل ہے، کیونکہ اس زیادتی کے سبب بیک وقت قرابت، مالی حق، صلہ رحمی وغیرہ کئی حقوق پامال ہوتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ آئے دن بہنوں، بیٹیوں، اسی طرح ماں اور بیوی کو حق وراثت سے محروم کرنے والوں کے ساتھ ہونے والے دردانگیز حادثات سننے میں آتے ہیں' اللہ تبارک وتعالیٰ انہیں آخرت سے پہلے دنیا ہی میں سزا سے دوچار کر دیتا ہے!!

⑯ حق وراثت سے محروم کرنا اعلانیہ گناہ' جرأت اور سنگین جرم ہے:

عورتوں کو حق میراث سے محروم کر کے خود ہڑپ کر لینا علانیہ گناہ ہے اور اللہ تعالیٰ سے جسارت ہے' جس کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصی وعید آئی ہے۔ظاہر ہے کہ مرنے والے کا ترکہ اس کے مستحق وارثین میں تقسیم ہونا چاہیے، خواہ مرد ہوں یا عورتیں، لیکن جرأت وجسارت اور ڈھٹائی کی حد ہے کہ کتاب وسنت کو بالائے طاق رکھ کر پوری بے حیائی و بے شرمی کے ساتھ بہن، بیٹی، بیوی، ماں سب کو ان کے حق سے محروم کر کے خود ہڑپ کر لیا جاتا ہے، اور ترک حق سے متعلقہ دستاویز پر ان بے بسوں اور مجبوروں سے دستخط کرالی جاتی ہے' اور وہ بے چاریاں حسرت و یاس سے ڈبڈبائی آنکھیں لئے بادل ناخواستہ دستخط کر کے اپنے گھروں کو رخصت ہو جاتی ہیں!!

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ''**كُلُّ أُمَّتِي مُعَافًى إِلَّا الْمُجَاهِرِينَ، وَإِنَّ مِنَ الْمُجَاهَرَةِ أَنْ يَعْمَلَ الرَّجُلُ بِاللَّيْلِ عَمَلًا، ثُمَّ يُصْبِحَ وَقَدْ سَتَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ، فَيَقُولَ: يَا فُلَانُ، عَمِلْتُ البَارِحَةَ كَذَا وَكَذَا، وَقَدْ بَاتَ يَسْتُرُهُ رَبُّهُ، وَيُصْبِحُ يَكْشِفُ سِتْرَ اللَّهِ عَنْهُ**''۔[1]

[1] صحیح بخاری، حدیث: ۶۰۶۹، وصحیح مسلم، حدیث: ۲۹۹۰۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: میری امت کے سارے لوگ معاف ہیں سوائے ان کے جو علانیہ اور کھلم کھلا گناہ کرنے والے ہیں، اور علانیہ گناہ میں یہ بھی شامل ہے کہ آدمی رات میں کوئی (برا) عمل کرے پھر صبح اٹھ کر کہتا پھرے: کہ اے فلاں میں نے کل رات ایسا ایسا کیا، جبکہ اللہ نے اس پر پردہ ڈال دیا تھا، وہ اس حالت میں سویا تھا کہ اللہ نے اس کی پردہ پوشی کی تھی اور صبح اٹھ کر اس نے اپنی ذات سے اللہ کا پردہ فاش کر دیا۔

⑰ مادیت پرستی اور دوسروں کے مال کی ہوس:

انسان کا اصل مال وہ ہے جسے وہ اپنی زندگی میں استعمال کر لے اور اللہ کی راہ میں خرچ کر کے آخرت کے لئے ذخیرہ کر لے، نہ کہ وہ مال جسے وہ اپنی موت کے بعد دنیا میں چھوڑ جائے، کیونکہ چھوڑا ہوا مال دراصل وارثین کا ہے، اس میں اس کا کوئی تصرف و اختیار نہیں، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

" يَقُولُ الْعَبْدُ: مَالِي، مَالِي، إِنَّمَا لَهُ مِنْ مَالِهِ ثَلَاثٌ: مَا أَكَلَ فَأَفْنَى، أَوْ لَبِسَ فَأَبْلَى، أَوْ أَعْطَى فَاقْتَنَى، وَمَا سِوَى ذَلِكَ فَهُوَ ذَاهِبٌ، وَتَارِكُهُ لِلنَّاسِ "۔ [1]

بندہ کہتا ہے: میرا مال، میرا مال، درحقیقت اس کے مال میں اُس کی اپنی صرف تین چیزیں ہیں: جو اس نے کھا کر ختم کر دیا، یا پہن کر بوسیدہ کر دیا، یا اللہ کی راہ میں دے کر آخرت کے لئے ذخیرہ کر لیا! اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ ختم ہو جائے گا اور وہ اُسے دوسرے لوگوں کے لئے چھوڑ جائے گا۔

[1] صحیح مسلم، حدیث: ۲۹۵۹۔

لہٰذا اُسے اپنے مال کی فکر کرنی چاہئے، مرنے سے پہلے وارثین کے مال میں بے جا تصرف کرنا، صرف بیٹوں کو دینا اور ماں، بہن، بیٹی یا بیوی کو محروم کر دینا یا اللہ کی تقسیم کے خلاف ان کے حق میں کمی کرنا، اور اپنی زندگی میں اسے پیشگی تقسیم کر دینا، یا کوئی سرکاری تحریر یا وصیت نامہ تیار کرا کے عورتوں کو محروم کر دینا یا دستاویز بنا کر ان سے ترکِ حق کے معاہدہ پر دستخط کرا لینا، یا ان کے حق کو ان کی شادی کے اخراجات کے عوض ہڑپ کر جانا وغیرہ سراسر حرام اور ان کا مال باطل طریقہ سے کھانا ہے!!

اسی بات کو نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کو اس طرح سمجھایا تھا:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بن مَسعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ''**أَيُّكُمْ مَالُ وَارِثِهِ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ مَالِهِ؟**'' قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، مَا مِنَّا مِنْ أَحَدٍ إِلَّا مَالُهُ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ مَالِ وَارِثِهِ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ''**اعْلَمُوا أَنَّهُ لَيْسَ مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا مَالُ وَارِثِهِ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ مَالِهِ، مَالُكَ مَا قَدَّمْتَ، وَمَالُ وَارِثِكَ مَا أَخَّرْتَ**''۔ [1]

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کون ہے جسے اپنے مال سے زیادہ اپنے وارث کا مال محبوب ہے؟ صحابہ نے کہا: اے اللہ رسول! ہم میں سے ہر ایک کو اپنا مال اپنے وارث کے مال سے زیادہ محبوب ہے! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جان لو! یقیناً تم میں سے ہر ایک کو اپنے مال سے زیادہ اپنے وارث کا مال محبوب ہے! ارے تمہارا مال وہ ہے جو تم نے آخرت کے لئے بھیج دیا ہے اور تمہارے وارث کا مال وہ ہے جو تم چھوڑ جاؤ گے!!

---

[1] صحیح بخاری، حدیث: ۶۴۴۲، وسنن نسائی، حدیث: ۳۶۱۲، ومسند احمد، حدیث: ۳۶۲۶، وصحیح ابن حبان، حدیث: ۳۳۱۰، مذکورہ الفاظ نسائی کے ہیں۔

⑱ عورتوں کو میراث سے محروم کرنا سخت ضرر رسانی ہے جو حرام ہے:

عورتوں کو حق وراثت سے محروم کرنا اُنہیں ضرر، اذیت اور تکلیف میں مبتلا کرنا ہے، حالانکہ مرد محارم مثلاً باپ، بھائی، شوہر اور بیٹا ہی اللہ کے فضل کے بعد زندگی کے حوادث میں ان کے سرپرست، ولیِ امر اور کارجین ہوا کرتے ہیں، جو ہر قسم کی مادی و معنوی مشکلات میں ان کی مدد کرتے ہیں!

مگر افسوس! یہ درندہ صفت محارم اپنے قریبی رشتہ داروں کو بڑی بے دردی سے ان کے حق وراثت سے محروم کر کے خود اس پر قابض ہو جاتے ہیں!!

یہ سنگین گناہ ہے جس میں یہ محروم کرنے والے ملوث ہوتے ہیں، اللہ عزوجل نے بلاسبب مومن مرد و خواتین کو ایذا پہنچانے سے منع فرمایا ہے اور ایسا کرنے والوں کے لئے سخت وعید سنائی ہے، چہ جائیکہ جنہیں یہ تکلیف پہنچا رہے ہیں اُن کے قریبی رشتہ دار ہیں! ارشاد باری ہے:

﴿وَٱلَّذِينَ يُؤْذُونَ ٱلْمُؤْمِنِينَ وَٱلْمُؤْمِنَٰتِ بِغَيْرِ مَا ٱكْتَسَبُوا۟ فَقَدِ ٱحْتَمَلُوا۟ بُهْتَٰنًا وَإِثْمًا مُّبِينًا ﴿٥٨﴾﴾ [الأحزاب:۵۸]۔

اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ایذا دیں بغیر کسی جرم کے جو ان سے سرزد ہوا ہو، وہ (بڑے ہی) بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔

اور آیت میراث میں خصوصیت کے ساتھ اللہ نے تاکید کرتے ہوئے فرمایا:

﴿غَيْرَ مُضَآرٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ ٱللَّهِ ۗ وَٱللَّهُ عَلِيمٌ حَلِيمٌ ﴿١٢﴾﴾ [النساء:۱۲]۔

جب کہ اوروں کا نقصان نہ کیا گیا ہو یہ مقرر کیا ہوا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اللہ تعالیٰ دانا ہے بردبار۔

اسی طرح ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

''لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ، مَنْ ضَارَّ ضَرَّهُ اللّٰهُ، وَمَنْ شَاقَّ شَقَّ اللّٰهُ عَلَيْهِ''۔ [1]

نہ کسی کو تکلیف دینا جائز ہے، نہ ہی آپس میں ایک دوسرے کو تکلیف پہنچانا، جو کسی کو تکلیف دے اللہ اُسے تکلیف دے اور جو مشقت پیدا کرے اللہ تعالیٰ اُسے مشقت میں مبتلا فرمائے۔

محدث عصر علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''وصیت میں کسی کو تکلیف پہنچانا حرام ہے، مثلاً بعض وارثین کو ان کے حق میراث سے محروم کرنے کی وصیت کرے، یا اس میں کسی کو کسی پر فضیلت دے''۔ [2]

⑲ اولاد کے درمیان واجب عدل کی خلاف ورزی:

بیٹے بیٹیوں اسی طرح بھائیوں بہنوں کے درمیان وراثت کے حق میں تفریق کرنا حرام ہے' بایں طور کہ انسان بیٹوں کو میراث کا حقدار بنائے بیٹیوں کو اس سے محروم کردے، یا بھائیوں کو دے بہنوں کو محروم کردے، یا ایک بیوی کو دے دوسری کو محروم کردے، یا ان میں سے کسی کے حق میں کمی کرے' کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی اولاد کے درمیان عطیے اور تحفے میں عدل وانصاف کرنے کا حکم دیا ہے اور ظلم و ناانصافی سے منع فرمایا ہے۔ جبکہ حق میراث تو اللہ کی جانب سے مقرر اور طے شدہ ہے' تو بھلا اس میں اولاد کے مابین تفریق کرنے کی گنجائش کیونکر ہوسکتی ہے؟؟

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے ایک عطیہ دیا، تو میری

---

[1] مستدرک حاکم، حدیث: ۲۳۴۵، وسنن دارقطنی، حدیث: ۳۰۷۰، والآحاد والمثانی لابن أبی عاصم، حدیث: ۲۱۶۹، اسے علامہ البانی حسن قرار دیا ہے، دیکھئے: أحکام الجنائز، ص: ۷، وسلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ، حدیث: ۲۵۰۔

[2] أحکام الجنائز وبدعھا، ص: ۷۔

والدہ عمرہ بنت رواحہ نے کہا: میں نہیں مانوں گی، یہاں تک آپ اس پر رسول اللہ ﷺ کو گواہ بنائیں، چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور کہا: میں نے اپنی زوجہ عمرہ بنت رواحہ کے بطن سے اپنے بیٹے کو ایک عطیہ دیا، تو اس نے مجھے حکم دیا کہ اے اللہ کے رسول! میں اُس پر آپ کو گواہ بناؤں! آپ نے فرمایا: کیا تم نے اپنے بقیہ تمام بچوں بچیوں کو بھی ایسے ہی عطیہ دیا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں! آپ ﷺ نے فرمایا: ’’فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاعْدِلُوا بَیْنَ أَوْلَادِکُمْ‘‘ تو اللہ سے ڈرو! اور اپنی اولاد کے درمیان عدل وانصاف کرو! چنانچہ وہ واپس گئے اور اپنا عطیہ واپس لے لیا۔ [1]

اسی طرح بیویوں کے درمیان عدل نہ کرنے والے کے لئے قیامت کے دن وعید سناتے ہوئے فرمایا:

’’مَنْ کَانَتْ لَهُ امْرَأَتَانِ فَمَالَ إِلَى إِحْدَاهُمَا، جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَشِقُّهُ مَائِلٌ‘‘۔ [2]

جس کے پاس دو بیویاں ہوں، اور وہ دونوں میں سے ایک کی طرف مائل ہو تو قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اُس کا ایک جانب جھکا ہوگا۔

واضح رہے کہ یہ اولاد کے درمیان عطیے، تحفے اور بیویوں کے درمیان عام معاشرت میں عدل کی بات ہے، تو بھلا میراث کا مسئلہ کس قدر سنگین ہے، کہ اس کے تفصیلی احکام اللہ نے خود مقرر کئے ہیں اور اسے اپنے حدود قرار دیا ہے، جس سے تجاوز کرنے والے کے لئے نار جہنم اور رسوا کن عذاب کی وعید ہے!

---

[1] صحیح بخاری، حدیث: ۲۵۸۷۔

[2] سنن أبو داود، حدیث: ۲۱۳۳، اسے علامہ البانی نے صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے: صحیح الجامع، حدیث: ۶۵۱۵، وصحیح الترغیب والترہیب، حدیث: ۱۹۴۹۔

⑳ عورتوں کو میراث سے محروم کرنا باہمی بغض ونفرت کا سبب ہے:

بہنوں، بیٹیوں اور دیگر خواتین کو حق میراث سے محروم کرنا خاندان، رشتہ دار اور بیٹے بیٹیوں، بھائی بہنوں جیسے مقدس خونی اور صلبی رشتوں میں بغض ونفرت، کینہ اور حسد کی آگ بھڑکانے کا سبب ہے، جو جاہلیت کی خوبو ہیں، جسے نبی کریم ﷺ نے حرام کر دیا ہے اور لوگوں کو اس سے منع فرمایا ہے، کیونکہ اس سے اسلامی معاشرہ کی جڑیں کھوکھلی ہوتی ہیں، بلکہ ایک ہی خاندان کے قریب ترین افراد کے درمیان صدیوں کے لئے نفرت اور قطع تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔

اور مسلم معاشرہ شاہد ہے کہ ایسے نہ جانے گھرانے اور خاندان ہیں جن میں عورتوں کو حق میراث سے محروم کرنے کے سبب بھائیوں بہنوں کے درمیان برسوں سے قطع کلامی ہے جبکہ عام مسلمانوں سے بھی تین دنوں سے زیادہ قطع کلامی جائز نہیں، اور صرف قطع کلامی نہیں بلکہ فریقین ایک دوسرے پر لعنت، ملامت اور بد دعائیں کرتے ہیں، اور بسا اوقات ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو جاتے ہیں!!

جبکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

"لاَ تَبَاغَضُوا، وَلاَ تَحَاسَدُوا، وَلاَ تَدَابَرُوا، وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ إِخْوَانًا، وَلاَ يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلاَثَةِ أَيَّامٍ"۔ [1]

آپس میں بغض نہ رکھو، ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، نہ ایک دوسرے کو پیٹھ دکھاؤ (منہ نہ پھیرو)، اور اللہ کے بندو بھائی بھائی بن جاؤ، اور کسی مسلمان کے لئے اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑ دینا حلال نہیں۔

اور نبی کریم ﷺ نے محبوبوں کے درمیان بغض ونفرت کی آگ بھڑکانے والوں کو بدترین

---

[1] صحیح بخاری، حدیث: ۶۰۶۵، وصحیح مسلم، حدیث: ۲۵۵۸۔

لوگوں میں شامل فرمایا ہے، چنانچہ اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخِيَارِكُمْ“ قَالُوا: بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: ”الَّذِينَ إِذَا رُؤُوا ذُكِرَ اللهُ تَعَالَى“ ثُمَّ قَالَ: ”أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِشِرَارِكُمْ؟ الْمَشَّاءُونَ بِالنَّمِيمَةِ، الْمُفْسِدُونَ بَيْنَ الْأَحِبَّةِ، الْبَاغُونَ لِلْبُرَآءِ الْعَنَتَ“۔ [1]

کیا میں تمہیں تم میں سب سے بہترین لوگوں کے بارے میں نہ بتاؤں؟ لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیوں نہیں، ضرور بتائیے! آپ نے فرمایا: جنہیں دیکھا جائے تو اللہ یاد آجائے! پھر آپ نے فرمایا: کیا میں تمہیں تم میں سب سے بدترین لوگوں کے بارے میں نہ بتاؤں؟ وہ چغل خوری کرنے والے، احباب واقارب کے درمیان فساد پھیلانے والے، معصوم اور بے گناہ لوگوں کو بدنام کرنے کی کوشش کرنے والے۔

دوسری روایت میں ”الْمُفَرِّقُونَ بَيْنَ الْأَحِبَّةِ“ کے الفاظ ہیں، یعنی (احباب واقارب کے درمیان تفرقہ پیدا کرنے والے)۔

عورتوں کو میراث سے محروم کرنے کے اسباب

مردو خواتین میں تقسیم میراث کی بابت کتاب وسنت کی صریح تعلیمات، ہدایات اور مخالفت کی صورت میں سنگین وعیدوں کے باوجود عام طور پر لوگ اپنی عورتوں کو حق میراث کیوں نہیں دیتے، انہیں اللہ کے عطا کردہ حق سے کیوں محروم کرتے ہیں؟ یہ مسلم معاشرہ کا سلگتا ہوا سوال

---

[1] مسند احمد، حدیث: ۲۷۵۹۹، والأدب المفرد، حدیث: ۳۲۳، ومسند احمد، حدیث: ۱۷۹۹۸، اس حدیث کو مسند کے محققین اور علامہ البانی نے حسن قرار دیا ہے، دیکھئے: سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ، حدیث: ۲۸۴۹، وغایۃ المرام فی تخریج أحادیث الحلال والحرام، حدیث: ۴۳۴، وصحیح الترغیب والترھیب، حدیث: ۲۸۲۴۔

ہے؟ آخر اس کے کیا اسباب ہیں؟

معاشرہ پر طائرانہ نگاہ ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے چند اہم اسباب ہیں جن میں شیطان کی پیروی، خواہش نفس کی غلامی، مادی حرص وطمع، کثرت مال کی اندھی ہوس، بے دردی وقساوت قلبی، جاہلی رسم ورواج کا اثر، دنیوی زندگی کو اخروی زندگی پر ترجیح دینا، اللہ کے سامنے جوابدہی کا عدم احساس وغیرہ شامل ہیں، ذیل میں اس بارے میں چند اسباب کی طرف اشارہ کیا جارہا ہے، اس امید سے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے:

① ایمان کی کمزوری اور فساد:

ایمان کی کمزوری، نقص اور بگاڑ ہر طرح کے انحراف اور گناہ کی جڑ ہے، میراث کے مسئلہ میں بھی ایمان کی کمزوری کا بڑا دخل ہے، ایمان کی کمزوری اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرنے سے مانع ہے، اسی لئے اللہ نے یہودیوں کے بارے میں ارشاد فرمایا:

﴿خُذُواْ مَآ ءَاتَيْنَٰكُم بِقُوَّةٍ وَٱسْمَعُواْ ۖ قَالُواْ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَأُشْرِبُواْ فِى قُلُوبِهِمُ ٱلْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ۚ قُلْ بِئْسَمَا يَأْمُرُكُم بِهِۦٓ إِيمَٰنُكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿٩٣﴾﴾ [البقرة:٩٣]۔

ہماری دی ہوئی چیز کو مضبوط تھامو اور سنو! تو انہوں نے کہا: ہم نے سنا اور نافرمانی کی اور ان کے دلوں میں بچھڑے کی محبت (گویا) پلا دی گئی بسبب ان کے کفر کے۔ ان سے کہہ دیجئے کہ تمہارا ایمان تمہیں برا حکم دے رہا ہے، اگر تم مومن ہو۔

غور کریں کہ **"ہم نے سنا اور نافرمانی کی"** کہنے والے یہودیوں سے اللہ نے کہا: **"اگر تم مومن ہو، تو تمہارا ایمان تمہیں برا حکم دے رہا ہے"**۔ یعنی تمہارا ایمان ہی ناقص یا فاسد ہے جو تمہیں سننے کے بعد نافرمانی کرنے پر آمادہ کر رہا ہے!!

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے بھی خیانت اور وعدہ خلافی وعہد شکنی کرنے والے سے ایمان کی نفی فرمائی ہے، جو ایمان کی کمزوری یا نقص یا فساد پر دلالت کرتی ہے۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: مَا خَطَبَنَا نَبِيُّ اللّٰهِ ﷺ إِلَّا قَالَ: ''**لَا إِيمَانَ لِمَنْ لَا أَمَانَةَ لَهُ، وَلَا دِينَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهُ**''۔ [1]

انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں جب بھی خطاب فرمایا، یہ ضرور کہا: جس کے پاس امانت نہیں اس کے پاس ایمان نہیں، اور جس کے پاس وعدہ وفائی نہیں اس کے پاس دین نہیں۔

② جاہلی رسم ورواج کی تقلید:

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی بعثت اور قرآن کے ذریعہ انسانیت کو عمومی جاہلیت کی تاریکیوں سے آزاد کیا ہے، مگر امت میں اب بھی جاہلیت کی جزوی خُو بُو باقی ہے، اس کی ایک نمایاں مثال عورتوں کو میراث کے حق سے محروم کرنا ہے، اور جس طرح جاہلیت میں اس ظلم ناروا کے لئے عذر لنگ تھا کہ ''**لڑنے بھڑنے والے اور خاندان اور قبیلے کا دفاع کرنے والے ہم مرد ہیں، اس لئے عورتوں کا اس میں کوئی حق نہیں ہے**! اسی طرح آج بھی کئی لنگ اعذار ہیں، مثلاً:

- عورتوں کو میراث کی کیا ضرورت ہے، وہ تو اپنے شوہروں کے زیر سرپرستی رہیں گی؟!
- ان کے سر پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے، جبکہ بیٹوں بھائیوں کے سر پر گھر خاندان کے نان نفقہ اور دیگر ضروریات کی فراہمی کی ذمہ داری ہے؟!
- اسی طرح بہنیں بیٹیاں میراث لے کر کیا کریں گی، ہم بھائی اور بیٹے زندگی بھر ان کی دیکھ بھال کے ذمہ دار ہیں!

---

[1] مسند احمد، حدیث: ۱۲۳۸۳، ۱۳۱۹۹، محققین نے اسے حسن قرار دیا ہے، نیز دیکھئے: صحیح الجامع، حدیث: ۷۱۷۹۔

● اسی طرح عورتوں کو میراث کا حق دینے سے جائیداد ضائع ہو جائے گی، کیونکہ انہیں اسے سنبھالنے اور تصرف کرنے کا کماحقہ سلیقہ نہیں ہے، وغیرہ!

● اور اسی طرح ہمارے یہاں عورتوں کو جائیداد میں حصہ دینے کا رواج نہیں ہے! کئی پشتوں سے خاندان میں یہی طریقہ رائج ہے! لاحول ولا قوۃ إلا باللہ۔

الحاصل یہ کہ جاہلی رسم و رواج کی تقلید بڑی حد تک میت کے ترکہ پر مردوں کے قابض ہونے اور عورتوں کو حق میراث سے محروم کرنے کا سبب ہے، یہی وجہ ہے کہ سماج کے بہت سے پڑھے لکھے اور قابل ذکر لوگ بھی عورتوں کو میراث کا حق دینے میں جاہلی عادات کے شکار ہیں، انہیں حق و باطل کا فرق نظر نہیں آتا، وہ محض ''إلا ما أشرب من ہواہ'' کی تصویر بنے ہوئے ہیں۔ اس جدید جاہلیت کا خاتمہ کرنا ضروری ہے!!

③ عورتوں کے حق کی حرام لالچ اور طمع:

یوں تو عورت فطری طور پر کمزور ہے مگر میراث کے مسئلہ میں اُسے بڑی حد تک مجبور و بے بس بنا دیا گیا ہے۔ چنانچہ عورتوں کے حق میراث پر مرد حضرات پہلے ہی سے نگاہیں جمائے رہتے ہیں، آہنی پنجے گاڑے رہتے ہیں، نیز اسے ہتھیانے کے لئے ہر جتن کرنے کو تیار رہتے ہیں، چنانچہ کبھی انہیں بطور عطیہ کوئی معمولی رقم دے کر ٹرخا دیا جاتا ہے، کبھی انہیں اشارے کنائے میں بچوں کی شادی کی لالچ دی جاتی ہے، اور نہ ماننے پر ناراضگی اور نفرت ظاہر کی جاتی ہے، اور کبھی کبھی ڈرانے دھمکانے کا طریقہ بھی اپنایا جاتا ہے! بہرکیف یہ درہم و دینار کے بندے اپنی شیطانی ہوس اور بہیمی لالچ کی بنا پر کسی بھی طرح ان غریب و مجبور خواتین کا حق میراث غصب کرنے پر آمادہ رہتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے مال و سرداری کی لالچ کا فساد بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: "**مَا ذِئْبَانِ جَائِعَانِ أُرْسِلَا فِي غَنَمٍ بِأَفْسَدَ لَهَا مِنْ حِرْصِ الْمَرْءِ عَلَى الْمَالِ وَالشَّرَفِ لِدِينِهِ**"۔ (1)

کعب بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو بھوکے بھیڑئیے جنہیں کسی بکری کے ریوڑ میں چھوڑ دیا گیا ہو' انہیں اتنا برباد کرنے والے نہیں ہیں جتنا آدمی کا مال اور سرداری و برتری کی لالچ اس کے دین کے لئے نقصان دہ ہے۔

اسی لئے آپ ﷺ نے مال وزر کے بندوں پر بددعا کرتے ہوئے فرمایا تھا:

"**تَعِسَ عَبْدُ الدِّينَارِ، وَالدِّرْهَمِ، وَالْقَطِيفَةِ، وَالْخَمِيصَةِ، إِنْ أُعْطِيَ رَضِيَ، وَإِنْ لَمْ يُعْطَ لَمْ يَرْضَ**"۔ (2)

ناکام ونامراد ہو دینار، درہم، لباس اور سیاہ دھاری دار چادر کا بندہ، جسے دیا جائے تو خوش رہے اور نہ دیا جائے تو ناراض ہو جائے۔

(۴) شادی اور جہیز کے اخراجات کا حیلہ:

عورتوں کو ان کے حق میراث سے محروم کرنے کے وجہ جواز کے طور پر بہت سارے لوگ لڑکی کی شادی اور جہیز کے اخراجات کا حوالہ بھی بڑی آسانی سے دیتے ہیں' اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ چونکہ لڑکیوں کی شادی اور جہیز میں کافی خرچ ہو چکا ہے اس لئے میراث

---

(1) ترمذی، حدیث: ۲۳۷۶، ومسند احمد، حدیث: ۱۵۷۹۴، اسے مسند کے محققین اور علامہ البانی نے صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے: صحیح الجامع، حدیث: ۵۶۲۰، وصحیح الترغیب، حدیث: ۳۲۵۰۔

(2) صحیح بخاری، حدیث: ۶۴۳۵۔

میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہے!!

اس میں ایک بات یہ ہے کہ چونکہ بچی کی شادی کرنا باپ کی شرعی ذمہ داری ہے' اس لئے اُسے یہ ذمہ داری ادا کرنا ضروری ہے، لہٰذا شادی کر کے اُس نے اپنی ایک ذمہ داری ادا کی ہے، اور یہ ذمہ داری اس کی زندگی میں تھی۔ لیکن میراث کا مسئلہ اُس کی موت کے بعد کا ہے' جو اس کے ترکہ سے متعلق ہے، اس لئے جیتے جی وہ اس میں کوئی مداخلت یا تصرف نہیں کر سکتا، بلکہ اس کی موت کے بعد تمام وارثین اپنا اپنا شرعی حق لے لیں گے!

دوسری بات یہ ہے کہ کیا باپ نے بیٹے کی شادی نہیں کی ہے، اور اس میں حسب ضرورت کپڑے، کھانے، ہال، بہو کے لئے زیورات، مہر، پر تکلف ولیمہ اور ''ہنی مون'' وغیرہ میں پیسے خرچ نہیں کیا ہے؟ ظاہر ہے کہ ان سوالوں کا جواب اثبات میں ہے! تو پھر بیٹوں کو ان کے حق وراثت سے محروم کیوں نہیں کیا جاتا؟؟ اور سارا ترکہ بیت المال میں تحویل کیوں نہیں کر دیا جاتا؟، کیونکہ بیٹوں اور بیٹیوں دونوں کے حق وراثت کے بقدر ان کی شادیوں میں پیسہ خرچ ہو چکا ہے؟؟

کوئی کہہ سکتا ہے بیٹوں کی بہ نسبت بیٹیوں کی شادیوں میں زیادہ پیسہ خرچ ہوتا ہے! ٹھیک ہے اگر ایسی بات ہے تو دونوں کی شادیوں کے اخراجات کا حساب کر لیا جائے اور فرق کے مطابق دونوں کو میراث کا حق دیا جائے؟؟ لیکن بہر کیف سارا ترکہ یکطرفہ بیٹوں کو دے کر بیٹیوں کو بالکلیہ محروم کر دینا اور انہیں باپ کی جائداد سے بے دخل کر دینا کہاں کا انصاف ہے؟ یہ تو سراسر جاہلیت اور ظلم و بربریت ہے!!

خلاصہ یہ ہے کہ جہیز ایک ظالمانہ رسم ہے اُسے شادی میں لڑکی کو دے کر میراث سے محروم کرنا حرام ہے' جس کی اللہ کے یہاں باز پرس ہوگی، اسی طرح کسی باپ کا اس نیت سے اپنی بیٹی کی شادی فراوانی کے ساتھ کرنا کہ یہ اُس کے حق میراث کا بدل ہے' جائز نہیں، کیونکہ شادی کرنا باپ کی ذمہ داری ہے' اس کا ترکہ اور تقسیم میراث سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ یاد رہے آخرت میں مظلوم

بندوں کے حقوق کا ظالموں سے قصاص لیا جائے گا۔

حقوق کی اہمیت اور سنگینی واضح کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

''لَتُؤَدُّنَّ الْحُقُوقَ إِلَى أَهْلِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ، حَتَّى يُقَادَ لِلشَّاةِ الْجَلْحَاءِ، مِنَ الشَّاةِ الْقَرْنَاءِ''۔ [1]

قیامت کے دن تمہیں حقداروں کو ان کا حق ضرور ادا کرنا پڑے گا، یہاں تک کہ سینگ والی بکری سے بغیر سینگ والی بکری کا (بطور مقابلہ) قصاص لیا جائے گا۔

⑤ موروثی جائیداد کے ٹکڑے نہ ہونے کی خواہش:

عورتوں کو میراث سے محروم کرنے کا ایک سبب منتقل اور غیر منتقل کا فلسفہ ہے۔ اس فلسفہ کا مفاد یہ ہے کہ اگر ہم بیٹیوں کو جائیداد میں وارث بنائیں گے تو آباء و اجداد کی موروثی جائیداد کے ٹکڑے ہو جائیں گے! کیونکہ بیٹیاں شادی کے بعد باپ کے گھر سے منتقل ہو کر سسرال چلی جائیں گی، اور اس طرح جائیداد کا بھی ٹکڑا ہو جائے گا، جبکہ بیٹے غیر منتقل ہیں، یہیں رہنے والے ہیں اس لئے ہم ساری جائیداد انہیں دیتے ہیں تاکہ یہ موروثی جائیداد یونہی باقی رہے!! اسی لئے بعض حضرات منقولہ ترکہ میں تو عورتوں کو حصہ دیتے ہیں مگر غیر منقولہ جائیداد میں نہیں دیتے!!

اسی طرح بعض لوگ کہتے کہ عورتوں کو میراث کا حق دینے سے باپ دادا کی جائداد خاندان سے باہر اجنبیوں کے پاس چلی جائے گی، یعنی شوہر لڑکی کے شوہر اور اس کے بچوں کے پاس منتقل ہو جائے گی، اور پھر ہو سکتا ہے سسرال والے اُس پر دباؤ ڈال کر یا باہمی تفاہم سے وہ جائیداد اُس سے لے لیں! اس طرح ہمارا مال دوسروں کے پاس چلا جائے گا؟؟

مگر ظاہر کہ اللہ کے فرض کردہ مقررہ حقوق کی صراحت کے مقابل یہ عقلانی فلسفے کوئی حیثیت

---

[1] صحیح مسلم، حدیث: ۲۵۸۲۔

نہیں رکھتے۔ بھلا کس نے کہا کہ موروثی جائیداد کے ٹکڑے نہیں کئے جائیں گے؟ اور کیوں نہیں کئے جائیں گے؟ اللہ کے دین میں اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ جائیداد خواہ منقولہ ہو یا غیر منقولہ ہو، یا نقدی ہو، یا گاڑی ہو، یا سونا چاندی ہو، یا کپڑا ہو یا کسی بھی شکل میں ہو، جو کچھ میت نے چھوڑا ہے اُس میں مرد و خواتین دونوں کا متعین حصہ ہے، جسے ادا کرنا ضروری ہے!!

⑥ احکام میراث سے جہالت ولاعلمی:

عورتوں کو ان کے حق میراث سے محروم کرنے کا ایک سبب بعض معاشروں میں وراثت کے احکام و مسائل، اسی طرح کسب حرام اور ظلم و ناانصافی وغیرہ کی خطرناکی و سنگینی سے جہالت ولاعلمی بھی ہے، لہٰذا لوگ اپنی ہوس کے مطابق جیسے چاہتے ہیں مال وراثت کو مال غنیمت سمجھ کر اس میں من مانی اور بے جا تصرف کرتے ہیں۔ انہیں علم و شعور ہی نہیں ہے کہ میت کے ترکہ میں عورتوں کا بھی حصہ ہے؟ اور اگر شعوری طور پر ایسا کرتے ہیں تو انہیں اس ظلم و بربریت اور کسب حرام کی خطرناکی کا علم نہیں ہے۔

⑦ دنیوی محبت اور آخرت سے غفلت:

عورتوں کو وراثت سے محروم کرنے کا ایک واضح سبب دنیا کی ظاہری چمک دمک، دنیوی اسباب سے محبت اور آخرت سے غفلت ہے، مرد چاہتے ہیں کہ عورتوں کا حق مار کر اپنی دنیا سنوار لیں، اعلیٰ معیار کی زندگی گزاریں، خوب جائیداد اور پراپرٹی کے مالک بن جائیں! دنیا والوں میں ہماری اونچی حیثیت ہو! خواہ اس کے لئے جو بھی کرنا پڑے، انہوں نے دنیا ہی کو اپنا مطمح نظر بنا لیا ہے، اور اسی کی لذت کے رسیا ہو کر رہ گئے ہیں اور موت، قبر، حشر، محاسبہ عمل، میزان عدل، پل صراط اور جنت و جہنم کے فیصلہ سے یکسر غافل ہیں، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿يَعۡلَمُونَ ظَٰهِرٗا مِّنَ ٱلۡحَيَوٰةِ ٱلدُّنۡيَا وَهُمۡ عَنِ ٱلۡأٓخِرَةِ هُمۡ غَٰفِلُونَ

﴿۷﴾ [الروم:۷]۔

وہ تو (صرف) دنیوی زندگی کے ظاہر کو (ہی) جانتے ہیں اور آخرت سے تو بالکل ہی بے خبر ہیں۔

اور نبی کریم ﷺ نے بتلایا ہے کہ دنیا کی یہ لذت وشیرینی آخرت کے لئے مضر ہے، اور دنیا کی یہ مٹھاس کل قیامت کے دن کڑوے پن میں تبدیل ہو جائے گی۔

عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ''**مَنْ أَحَبَّ دُنْيَاهُ أَضَرَّ بِآخِرَتِهِ، وَمَنْ أَحَبَّ آخِرَتَهُ أَضَرَّ بِدُنْيَاهُ، فَآثِرُوا مَا يَبْقَى عَلَى مَا يَفْنَى**''۔ [1]

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو اپنی دنیا سے محبت کرے گا اپنی آخرت کو نقصان پہنچائے گا اور جو اپنی آخرت سے محبت کرے گا اپنی دنیا کو نقصان پہنچائے گا، اس لئے باقی رہنے والی کو فنا ہونے والی پر ترجیح دو۔

اسی طرح ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

''**حُلْوَةُ الدُّنْيَا مُرَّةُ الْآخِرَةِ، وَمُرَّةُ الدُّنْيَا حُلْوَةُ الْآخِرَةِ**''۔ [2]

دنیا کی مٹھاس آخرت کا کڑواپن ہے اور دنیا کا کڑواپن آخرت کی مٹھاس ہے۔

---

[1] مسند احمد، حدیث: ۱۹۶۹۷، ۱۹۶۹۸، علامہ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے: صحیح الترغیب والترہیب، حدیث: ۳۲۴۷، وسلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ، حدیث: ۳۲۸۷)۔

[2] مسند احمد، حدیث: ۲۲۸۹۹، ومستدرک حاکم، حدیث: ۷۸۶۱، والمعجم الکبیر طبرانی، حدیث: ۳۴۳۸، اسے علامہ البانی سے صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے: سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ، حدیث: ۱۸۱۷، وصحیح الجامع، حدیث: ۳۱۵۵)۔

⑧ قطع تعلق کے خوف سے عورتوں کا اپنے حق سے خود دستبردار ہوجانا:

چونکہ عورت فطری طور پر کمزور ہوتی ہے' اسے زندگی کے ہر مرحلہ میں سہارے کی ضرورت ہوتی ہے، اس لئے عورتوں کو حق وراثت سے محروم کرنے کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ بعض مرد حضرات اس کمزوری کا استحصال کرتے ہیں، ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا احسان سمجھتے ہیں اور زبان حال اور بسا اوقات زبان قال سے بھی کہتے ہیں کہ اگر تو نے وراثت میں حق لے لیا تو پھر ہمارا تجھ سے کوئی تعلق نہیں رہے گا، ہم سے کبھی کسی تعاون کی کوئی امید نہ رکھنا، چنانچہ معاشرہ میں ایسے واقعات بھی موجود ہیں کہ بہن بہنوئی کے درمیان کچھ اَن بن ہوئی اور بہن مجبوراً اپنے بھائی کے گھر آئی تو اُس نے پناہ دینے سے انکار کردیا، یا بہ مشکل دو تین دنوں کی مشروط پناہ دیا اور اس کے بعد گھر سے جبراً باہر نکال دیا!

اس طرح کی نازک صورتحال میں عورت اپنے حق میراث سے دستبردار ہونے میں ہی عافیت سمجھتی ہے تاکہ کم از کم بھائیوں سے علیک سلیک جاری رہے اور کبھی اضطراری صورتحال میں پناہ اور کچھ تعاون اور سہارا بھی مل سکے، نیز خوشی اور غم کی مناسبتوں پر خاندان کے لوگ اکٹھا ہوسکیں۔اسی طرح بعض بہنیں، بیٹیاں اور دیگر خواتین جنہیں اُن کے حق میراث سے محروم کردیا جاتا ہے یا محروم کرنے کی فضا بنائی جاتی ہے' نا چاہتے ہوئے بھی محض اس لئے معاف کردیتی ہیں کہ اُنہیں کتاب وسنت میں اس جرم کی سنگینی اور نار جہنم کی وعیدوں کا علم ہوتا ہے، لہٰذا وہ از راہ ہمدردی معاف کردیتی ہیں کیونکہ نہ معاف کرنے کے نتیجہ میں ان کا باپ یا بھائی، یا بیٹا یا شوہر جہنم کی آگ میں جلایا نہ جائے گا!!

اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ بعض لوگوں کی طرف سے جو دعویٰ کیا جاتا ہے کہ بہنوں یا بیٹیوں نے اپنا حق خود ہی معاف کردیا، اس میں کتنی صداقت ہے! دراصل بہنیں، بیٹیاں، مائیں

یا بیویاں بطیب خاطر معاف نہیں کرتیں، بلکہ با دلِ نخواستہ ایسا کرنے پر مجبور ہوتی ہیں، ورنہ آج کے مادی اور ہوشربا گرانی کے ماحول میں مال واسباب کی فراوانی کسے عزیز نہیں ہے!

اس لئے یاد رہے کہ اگر اس طرح کی صورتحال میں بہنیں یا بیٹیاں معاف بھی کر دیں تو باپ یا بھائیوں کا اُسے لینا اور استعمال کرنا جائز نہیں ہے، تا آنکہ کوئی بہن یا بیٹی اپنے سسرال میں خوشحال اور بے نیاز ہو اور بطیب خاطر شرح صدر کے ساتھ اپنے حق وراثت سے دستبرداری کی پیشکش خود کر دے تو ایسی صورت میں کوئی حرج نہیں۔ جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿فَإِن طِبْنَ لَكُمْ عَن شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَّرِيئًا ﴿٤﴾﴾ [النساء:۴]۔

ہاں اگر وہ خود اپنی خوشی سے کچھ مہر چھوڑ دیں تو اسے شوق سے خوش ہو کر کھالو۔

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

”...إِنَّهُ لَا يَحِلُّ مَالُ امْرِئٍ إِلَّا بِطِيبِ نَفْسٍ مِنْهُ ...“۔[1]

یقیناً کسی آدمی کا مال حلال نہیں، اِلا یہ کہ اس کے دل کی خوشی سے ہو۔

⑨ عورتوں کا اپنا حق مانگنے سے شرمانا:

عورتوں کو ان کے حق وراثت سے محروم کئے جانے کا ایک سبب ان کی حیاء اور خاموشی ہے، کیونکہ وہ اپنے باپ، بھائی اور دیگر اقارب سے اپنا حق مانگنے میں شرم محسوس کرتی ہیں، اور وہ اس بیجا شرم وحیا کا استحصال کرتے ہیں، سمجھتے ہیں کہ اُسے اپنا حق نہیں چاہئے، لہٰذا آپس میں بندر بانٹ کر کے پورے ترکہ کا مالک بن جاتے ہیں اور پھر اس پر خوب دادِ عیش دیتے ہیں!!

حالانکہ عورتوں کی جانب سے اپنے حق کے مطالبہ کا انتظار کرنے کی چنداں حاجت نہیں! مورث کی وفات کے بعد شرعی اصولوں کی روشنی میں کسی مطالبہ کے بغیر ترکہ تمام مستحقین کے مابین

[1] مسند احمد، حدیث: ۲۰۶۹۵، مسند کے محققین نے اسے صحیح لغیرہ قرار دیا ہے۔

تقسیم کر دینا چاہئے اور ہر ایک کو خواہ مرد ہو یا عورت اس کا حق دے دینا چاہئے!!

واضح رہے کہ عورتوں کی جانب سے شرم وحیاء مطلوب ہے، مگر حق میراث کے بارے میں شرم وحیاء کا حائل ہونا درست نہیں! کیونکہ یہ ان کا اپنا واجب حق ہے جسے اللہ نے خصوصی طور پر ان کی مصلحتوں کے لئے انہیں عطا فرمایا ہے جس سے ان کی زندگی کی بھلائیاں وابستہ ہیں۔

ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کی خدمت میں آئیں اور بولیں: اے اللہ کے رسول! ''إِنَّ اللَّهَ لاَ يَسْتَحْيِي مِنَ الحَقِّ ''۔ [1]

بیشک اللہ حق سے نہیں شرماتا۔ اور پھر اس کے بعد اپنا مدعا پیش کیا۔

اسی طرح فاطمہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے نبی ﷺ کی میراث میں اپنا حصہ مانگا تھا، جیسا کہ صحیح بخاری وغیرہ میں ثابت ہے۔ [2]

⑩ لڑکیوں کے مقابل لڑکوں کی طرف زیادہ میلان ورجحان:

عورتوں کو حق میراث سے محروم کرنے کا ایک سبب لڑکیوں کے مقابل لڑکوں کی طرف زیادہ میلان ورجحان بھی ہے، جو زمانۂ جاہلیت کی روش اور ان کا وطیرہ تھا کہ وہ لڑکیوں کی پیدائش کو سخت ناپسند کرتے تھے حتیٰ کہ پیدا ہونے والی بچی کو زندہ دفنا دیا کرتے تھے، آج مسلم سماج میں بھی بیٹوں اور بیٹیوں کے درمیان رجحان ومیلان کی جاہلی عصبیت کے مظاہر بسا اوقات دیکھنے میں آتے ہیں۔ اور ویسے بھی بچیوں کی پیدائش کے سلسلہ میں جاہلیت کا رجحان آج بھی پایا جاتا ہے، بعض لوگوں کا حال یہ ہے کہ بچوں کی پیدائش سے بڑے خوش ہوتے ہیں، پڑوسیوں میں شیرینی تقسیم کرتے ہیں، دوست احباب کو عمومی وخصوصی پارٹیاں دیتے ہیں، دھوم دھام سے پر تکلف

[1] دیکھئے: صحیح بخاری، حدیث: ۱۳۰۔

[2] دیکھئے: صحیح بخاری، حدیث: ۳۰۹۲۔

عقیقہ کرتے ہیں، جبکہ بچیوں کی پیدائش سے ناخوش ہوتے ہیں، اُس کی آمد پر شیرینی اور عقیقہ وغیرہ کا اہتمام نہیں کرتے، یا کرتے بھی ہیں تو اتنا اہتمام نہیں کرتے جتنا بچوں کی پیدائش پر کرتے ہیں!!

اس کے علاوہ بہت سارے لوگ جدید آلات کی مدد سے جنین کی جنس کا پتہ لگا کر (جبکہ عام طور پر ممالک میں اس تشخیص پر پابندی اور جرمانہ عائد ہے) اسقاط حمل (Abortion) کی کوشش کرتے ہیں اور جدید جاہلیت کی عملی تطبیق پیش کرتے ہیں۔

بیٹوں اور بیٹیوں کے درمیان یہ تفریق و امتیاز بہت سے علاقوں میں حق وراثت میں بھی پایا جاتا ہے، چنانچہ انسان زندگی ہی میں اپنی جائیداد صرف بیٹوں میں تقسیم کر دیتا ہے اور بیٹیوں کو یہ کہہ کر محروم کر دیتا ہے کہ بیٹی آپ لوگوں کو ہم نے بہت کچھ دیا ہے، تعلیم تربیت، شادی بیاہ، تحفے تحائف سے نوازا ہے، اس لئے اپنی خوشی سے یہ جائیداد اپنے بھائیوں کو دیدو، اس میں مداخلت نہ کرو؛ کیونکہ ہماری موت کے بعد آپ کے بھائی ہی آپ لوگوں کی دیکھ ریکھ کریں گے!!!

اور کبھی کبھار انہیں بطور عطیہ و ہدیہ پچاس پچاس ہزار یا ایک ایک لاکھ روپئے یا اس سے کم وبیش رقم دیکر اپنے حق سے دستبردار کرلیتا ہے، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ لڑکیاں عمر بھر دردر کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور ہو جاتی ہیں!!

یہ صورتحال دیکھ کر اللہ عزوجل کے فرمان کے مطابق جاہلیت کی پوری تصویر نگاہوں میں آجاتی ہے، ارشاد باری ہے:

﴿وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِٱلْأُنثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُۥ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ ۝٥٨ يَتَوَٰرَىٰ مِنَ ٱلْقَوْمِ مِن سُوٓءِ مَا بُشِّرَ بِهِۦٓ ۚ أَيُمْسِكُهُۥ عَلَىٰ هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُۥ فِى ٱلتُّرَابِ ۗ أَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُونَ ۝٥٩﴾ [النحل:۵۸،۵۹]۔

ان میں سے جب کسی کو لڑکی ہونے کی خبر دی جائے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور دل

ہی دل میں گھٹنے لگتا ہے۔اس بری خبر کی وجہ سے لوگوں سے چھپا چھپا پھرتا ہے،سوچتا ہے کہ کیا اس کو ذلت کے ساتھ لئے ہوئے ہی رہے یا اسے مٹی میں دبا دے،آہ!کیا ہی برے فیصلے کرتے ہیں؟

جبکہ بیٹیوں بہنوں کی تربیت، پرورش اور دیکھ ریکھ پر جنت کی بشارت اور جہنم سے نجات کی خوشخبری دی گئی ہے۔فطوبیٰ لمن وفقہ اللہ لذلک۔

میراث میں ہونے والی چند سنگین غلطیاں

میراث اور تقسیم میراث کے باب میں بعض سنگین غلطیاں پائی جاتی ہیں جن کی وجہ سے وارثین کو سخت نقصان اور اذیت کا سامنا اٹھانا پڑتا ہے بالخصوص ان کی وجہ سے عورتوں پر ظلم ہوتا ہے' اور بعض غلطیاں' غلطیاں نہیں بلکہ سنگین جرائم ہوتے ہیں جنہیں عمداً وقصداً کیا جاتا ہے۔ذیل میں بغرض اختصار صرف تین غلطیوں کی نشاندہی کی جاتی ہے:

① تقسیم میراث میں افراط وتفریط:

تقسیم میراث میں افراط اس طرح ہے کہ بعض لوگ جیتے جی، اپنی زندگی ہی میں میراث تقسیم کر دیتے ہیں، اور تفریط اس طرح ہے کہ بعض لوگ وفات کے بعد دس دس، بیس بیس سال بلکہ اس سے زیادہ عرصہ گزرنے کے بعد بھی ترکہ تقسیم نہیں کرتے۔

اور افراط وتفریط کی یہ دونوں ہی صورتیں کتاب وسنت کے خلاف اور وارثین بالخصوص عورتوں پر ظلم وزیادتی اور ناانصافی کا سبب ہیں

چنانچہ افراط کی صورت میں شریعت کی خلاف ورزی اس طرح ہے کہ ابھی وہ مال زندہ کا ہے ترکہ نہیں بنا ہے' اور لینے والے وارث بھی نہیں بنے ہیں، کیونکہ ترکہ چھوڑے ہوئے مال کو

کہا جاتا ہے اور وارث متروکہ مال لینے والے کو کہا جاتا ہے۔ اور قرآن وسنت کے دلائل کی روشنی میں ترکہ ان وارثین میں تقسیم ہوتا ہے جو میت کی موت کے وقت باحیات ہوں، جو پہلے ہی وفات پا چکے ہوں وہ وارث نہیں ہوتے!

اس غلطی کے علاوہ وفات سے پہلے ترکہ تقسیم کرنے کی صورت میں شریعت کی مزید خلاف ورزیوں کا امکان ہے، مثلاً ممکن ہے ہونے والے وارثین میں سے کسی کی وفات مورث سے پہلے ہی ہوجائے؛ ایسی صورت میں مقررہ حصے اوران کی مقدار بدل جائے گی، اور خود مورث اپنے بیٹے کے مال کا چھٹا حصہ پائے گا جو اس کے مال میں شامل ہوجائے گا اور وفات ہونے پر ترکہ کی حیثیت سے موجودہ وارثین میں تقسیم کیا جائے گا جس میں وفات شدہ بیٹا وارث نہیں ہوگا نہ ہی اس کی بیوہ اور اولاد کو کچھ ملے گا۔ اسی طرح کسی کے پاس ایک بیٹا اور ایک سے زائد بیٹیاں ہوں تو بیٹے کی موت کی صورت میں بیٹیاں عصبہ ہونے کے بجائے دو تہائی مال بطور فرض پائیں گی، جبکہ ابھی جیتے جی تقسیم کرنے کی صورت میں وہ موجودہ اولاد کا حساب لگائے گا۔ بہر کیف اس کی قسم کی بہت ساری غلطیوں کا امکان ہے، جو سراسر غلط ہے، اللہ تعالیٰ نے ''ماترک'' (ترکہ) کو ''نصیباً مفروضاً'' (طے شدہ حصہ کے مطابق) تقسیم کرنے کا حکم دیا ہے۔

اسی طرح وفات سے پہلے تقسیم کرنے میں ایک بڑی غلطی یہ ہوتی ہے کہ باپ اپنے بیٹوں کو سارا مال دیدیتا ہے، بیٹیوں وغیرہ کو محروم کردیتا ہے، یا بیٹیوں کو بطور عطیہ کچھ دے کر دستبردار کردیتا ہے، جبکہ مرنے کے بعد وہ اپنے شرعی حق کی خود مالک ہوجائیں گی، اور میراث کے شرعی حساب کے مطابق اپنا حصہ حاصل کریں گی۔

اور تقسیم میراث میں تفریط اس طرح ہے کہ لوگ مورث کی موت کے بعد سالہا سال ترکہ تقسیم نہیں کرتے، کوئی دس سال، کوئی بیس سال، کوئی چالیس پچاس سال تک ترکہ تقسیم نہیں کرتا، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جن کے قبضے میں جائیداد ہوتی ہے وہ خوب مستفید ہوتا ہے اور بقیہ مستحقین حرمان نصیبی کا

آنسو بہاتے ہیں، بالخصوص عورتیں، مثلاً بیچاری بیٹیاں اپنے بھائیوں وغیرہ کے سہارے بیٹھی رہتی ہیں کہ وہ باپ کا ترکہ تقسیم کریں گے تو ہمیں بھی ملے گا جس سے ہماری پریشانیاں دور ہوں گی۔ اور اکثر و بیشتر بھائیوں کی جانب سے تاخیر کرنے کا سبب یہی ہوتا ہے کہ تقسیم کرنے کی صورت میں بہنیں بھی آجائیں گی اور اپنے حق کا مطالبہ کریں گی، لہٰذا انہیں بھی حصہ دینا پڑے گا، اس لئے تمام بھائی آپسی تفاہم کے ذریعہ تقسیم میں مجرمانہ تاخیر کرتے ہیں، تقسیم نہیں ہونے دیتے۔ جبکہ وہ بہنیں اپنے گھریلو مسائل کی بنا پر مال کی سخت ضرورتمند ہوتی ہیں، مثلاً گھر، مکان، بچوں کی تعلیم وتربیت، شادی بیاہ، یا علاج معالجہ وغیرہ۔

اسی طرح بعض جاہلوں کے یہاں ترکہ تقسیم نہ کرنے کا نام نہاد مبرر اور وجہ جواز یہ بیان کیا جاتا ہے، وراثت کی تقسیم سے آپس میں تفرقہ پیدا ہوگا اور رشتوں میں قطع تعلق اور دوریاں پیدا ہوجائیں گی، حالانکہ یہ نہایت بے بنیاد اور بودی سوچ ہے' کیونکہ اللہ کی کتاب میں سب کا حق اور نصیبہ مقرر ہے' اختلاف و افتراق کا قطعاً کوئی امکان نہیں ہے، اِلا یہ کہ کوئی شرعی تقسیم کے بجائے اس میں من مانی تصرف کرے' حقداروں کو حق نہ دے یا اس میں کمی بیشی کرے، تو یہ رویہ یقیناً نفرت وعداوت پیدا کرنے کا سبب ہوگا۔

اس لئے مورث کی وفات کے بعد ترکہ سے متعلقہ حقوق یعنی کفن دفن، قرض کی ادائیگی اور شرعی وصیت کی تنفیذ کے بعد جلد از جلد میراث تقسیم کر لینی چاہئے اس میں بلا وجہ تاخیر یا ٹال مٹول کرنا درست نہیں، کیونکہ جب مورث کی موت کے ساتھ ہی ان وارثین کا حق واجب ہو چکا ہے' تو آخر کس بنیاد پر انہیں ان کے حق سے محروم کیا جا سکتا یا دور رکھا جا سکتا ہے؟؟

مزید یہ کہ تاخیر کے سبب بچے جوان ہوجاتے ہیں، جوان بوڑھے ہوجاتے ہیں، وارثین میں کچھ لوگوں کی موت ہو چکی ہوتی ہے، ان کی اولاد اپنے باپ کے ترکہ سے اپنے حق کی منتظر ہوتی ہے، جبکہ ابھی اس کے دادا دادی ہی کا ترکہ تقسیم نہیں ہوا ہوتا ہے!! لہٰذا اس کے سبب آپس میں

اختلافات رونما ہوتے ہیں، جو مال جس کے زیر تصرف ہوتا ہے وہ اور اس کی اولاد اُسے اپنی ذاتی ملکیت سمجھنے لگتی ہے، اور پھر بعد میں ترکہ کی تقسیم میں قسم قسم کے تنازعات جنم لینے لگتے ہیں، جس کا نتیجہ آپسی نفرت و عداوت، قطع رحمی، مقدمات اور بسا اوقات مار دھاڑ کی صورت میں نکلتا ہے، بالخصوص بہنوں کے حصے باطل طریقے سے ضائع ہو جاتے ہیں، نیز اس کے علاوہ دیگر شرعی احکام پامال ہوتے ہیں۔

دائمی کمیٹی برائے علمی تحقیقات وافتاء کے فتاویٰ میں ہے:

"لا ينبغي تأخير قسمة التركة؛ لما يترتب على ذلك من تأخير دفع الحقوق إلى أصحابها، وبالتالي تأخير دفع الزكاة؛ لأن كل وارث يحتج بأنه لا يعرف نصيبه، أو لم يستلمه. وبالله التوفيق"۔ [1]

ترکہ کی تقسیم میں دیر کرنا مناسب نہیں؛ کیونکہ اس کے سبب حقداروں کو حق دینے میں تاخیر ہوتی ہے، جس کے نتیجہ میں زکاۃ کی ادائیگی موخر ہوتی ہے؛ کیونکہ ہر وارث یہ حجت پیش کرتا ہے کہ اُسے اپنے حصہ کی مقدار ہی معلوم نہیں ہے یا اب تک اُس نے حاصل نہیں کیا ہے۔

اور شیخ سلمان بن شباب زہرانی فرماتے ہیں:

"فيجب أن تقسم بدون مماطلة، وأن يكون تقسيمها بشكل دقيق، وبتقييم عادل، وبسعر السوق، حتى لا يكون فيه غبن لأحد من الورثة، وحتى لا يؤدي ذلك إلى الضغينة والخصومة والقطيعة"۔ [2]

لہٰذا کسی ٹال مٹول کے بغیر ترکہ تقسیم کرنا واجب ہے، اور یہ بھی واجب ہے کہ اُسے نہایت باریکی سے تقسیم کیا جائے، اور بازار کے بھاؤ سے اس کی عادلانہ قیمت لگائی جائے، تاکہ اس میں

[1] فتاوى اللجنة الدائمة، مجموعہ اول، ۱۶/ ۴۴۱، فتویٰ نمبر: ۱۲۵۵۰۔

[2] دیکھئے: حرمان الأنثى من الميراث جاهلية تحتاج إلى اجتثاث، از شیخ سلمان بن شباب بن مسعود الزہرانی ص: ۲۱۶۔

سے کسی وارث کا نقصان نہ ہو، نیز اس کے نتیجہ میں آپس میں کینہ، جھگڑا تکرار اور قطع تعلق کی فضا نہ بننے پائے۔

۲ تقسیم میراث میں شریعت کی خلاف ورزی کرنا:

دوسری سنگین غلطی یہ ہے کہ میت کا ترکہ وارثین میں تقسیم کرتے ہوئے کتاب وسنت کے احکام پر عمل کرنے کے بجائے شریعت کی خلاف ورزی کرتے ہوئے من مانی تقسیم کیا جائے، خواہ اپنی خواہش نفسانی کے مطابق کسی کو دیا جائے اور کسی کو محروم کر دیا جائے، یا اس کے حق میں کمی بیشی کی جائے، جیسے آج دور جدید کی جاہلیت میں ماں، بہن، بیٹی اور بیوی کو حق وراثت سے محروم کر کے سارا مال ہڑپ کر لیا جاتا ہے!!

یا اسی طرح بعض لوگ اپنی موت سے پہلے ہی سرکاری دستاویز بنا کر جسے چاہتے ہیں دیتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں محروم کر دیتے ہیں، اور اس میں بھی اکثر و بیشتر عورتوں کا حق غصب کیا جاتا ہے اور انہیں ان کے حق سے محروم کر دیا جاتا ہے۔

یا اسی طرح کتاب وسنت کے قانون کے بجائے وضعی قوانین یا ملکی آئین و دستور کے مطابق میراث تقسیم کرنا، جس میں خالق سبحانہ وتعالیٰ کی کوئی مصلحت ملحوظ نہیں ہوتی، بلکہ بسا اوقات مردوں اور عورتوں کو یکساں حصہ ملتا ہے، یہ بھی سراسر باطل ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ءَابَآؤُكُمْ وَأَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا﴾ [النساء: ۱۱]۔

تمہارے باپ ہوں یا تمہارے بیٹے تمہیں نہیں معلوم کہ ان میں سے کون تمہیں نفع پہنچانے میں زیادہ قریب ہے۔

③ عورتوں کا اپنے حق میراث سے خود دستبردار ہونا:

یوں تو شریعت میں کسی کو بھی اپنے حق سے تنازل کرنے کا اختیار ہے بشرطیکہ یہ تنازل شرح صدر، دل کی خوشی اور طبیعت کی رضامندی کے ساتھ ہو، کسی قسم کا ظاہری یا معنوی دباؤ نہ ہو، کوئی حال و مستقبل کی مجبوری نہ ہو۔

ہمارے اپنے معاشرہ کی موجودہ جدید جاہلیت میں میت کی میراث پر مرد وارثین قابض ہوجاتے ہیں اور عورتوں (یعنی ماں، بہن، بیٹی، بیوی وغیرہ) کو حق وراثت سے محروم کرکے بے دخل کر دیا جاتا ہے، اِلا من رحم اللہ۔ اب یہ عورتیں خواہی نہ خواہی زندگی کی آزمائشیں برداشت کرتی ہیں اور دنیا سے رخصت ہوجاتی ہیں، تقریباً یہی معمول بن چکا ہے۔

سماج پر اس کا برا اثر یہ ہوا ہے کہ عورتیں عام طور پر اپنے آپ کو اپنے مورث کے ترکہ میں حقدار نہیں سمجھتی ہیں، بلکہ مورث اور مرد وارثین کے رحم و کرم پر زندگی گزارتی ہیں، اگر وہ دیدیں تو ٹھیک ورنہ وہ اپنا حق معاف کر دیتی ہیں یا اس سے دستبردار ہوجاتی ہیں، حالانکہ صورتحال کے پیش نظر عورتوں کا اپنے حق سے تنازل کرنے کا یہ رویہ کئی وجوہ سے درست اور مناسب نہیں:

پہلی وجہ: یہ کہ سلف امت کی صحابیات اور دیگر خواتین حکمرانوں کے پاس آکر اپنے حق وراثت کا مطالبہ کیا کرتی تھیں، جیسا کہ فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ورضی اللہ عنہا خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اپنا حق میراث مانگنے کے لئے آئیں۔ اسی طرح دادی بھی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس اپنا حق مانگنے کے لئے آئیں، چنانچہ آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے معلوم کرکے اُسے چھٹا حصہ دیا۔ اسی طرح سعد بن ربیع کی بیوی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اپنی اور اپنی دونوں بیٹیوں کی میراث کا مطالبہ کرنے آئیں، جنہیں اُن کے شوہر کے بھائی نے ہڑپ کرلیا تھا، اسی طرح اوس بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کی زوجہ ام کجہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس

اپنی اور اپنی بیٹیوں کی میراث کا مطالبہ کرنے آئی تھیں، اس کے علاوہ اور بھی واقعات ہو سکتے ہیں۔
لہٰذا عورتوں کو چاہیئے کہ صحابیات رضی اللہ عنہن اور سلف امت کی دیگر خواتین کو اپنا آئیڈیل بنائیں اور اپنا واجب حق جو اللہ نے انہیں دیا ہے' بلا تردد حاصل کریں۔
دوسری وجہ: کسی بھی حکم کو باقی اور عملی طور پر نافذ رکھنے کا سب سے عمدہ طریقہ اس پر عمل کرنا ہے، اس لئے اپنے حق سے دستبردار ہونے کے بجائے اُسے لینا ضروری ہے، کیونکہ نہ لینے اور معاف کرنے کی صورت میں اس حق کی اہمیت ختم ہو جائے گی اور عورتوں کو حق میراث سے محروم کر کے مردوں کا ہڑپ کر لینا ہی عام معمول بن جائے گا، جیسا کہ صورتحال ہمارے سامنے ہے، جبکہ اسلام نے عورتوں کو جاہلیت کی اسی بربریت سے نکال کر انہیں ان کا شایان شان حق دلایا ہے، عورتوں کے تنازل اور دستبرداری ہی کا نتیجہ ہے کہ آج یہ ظلم ہر طرف عام ہو گیا ہے' اور بعض باپوں اور بھائیوں وغیرہ نے اسے مال غنیمت سمجھ لیا ہے، بنابریں عورت کو چاہیئے کہ کسی کی مجاملت، یا طعن و تشنیع کے خوف سے اپنی حق سے خاموشی اختیار کر کے اس ظلم کو مزید پھیلانے کا سبب اور اس میں معاون نہ بنے' بلکہ اپنا حق لے، کیونکہ ایسا نہ کرنے کی صورت میں یہ چیز دوسری بہنوں بیٹیوں کو بھی حق میراث سے محروم کرنے کا سبب ہوگی، محروم کرنے والوں کو حوصلہ ملے گا اور حق کا مطالبہ کرنے والیوں کو مطعون کیا جائے گا!!
لہٰذا ایک مسلم خاتون کو چاہیئے کہ اپنے حوصلہ مندانہ کردار سے اس ظلم کا خاتمہ کر کے سماج کی اصلاح کرنے میں مدد کرے۔
تیسری وجہ: انسانی زندگی میں مال کی بڑی اہمیت ہے' مال قیام معیشت کی بنیاد ہے، نیز مال عورتوں سے نکاح کی رغبت کے اسباب میں سے ایک اہم سبب ہے، اللہ کی تقدیر و فیصلہ سے اگر ایک عورت کی زندگی میں طلاق، یا خلع یا بیوگی کی نوبت آجائے تو اس کا مال اس سے نکاح کی رغبت کا سبب ہوگا، لوگ اس کے مال کی بنیاد پر اس سے نکاح کرنے کی خواہش

کریں گے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

"تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ: لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَجَمَالِهَا وَلِدِينِهَا، فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّينِ، تَرِبَتْ يَدَاكَ"۔ [1]

عورت چار چیزوں کی وجہ سے بیاہی جاتی ہے: اپنے مال کی وجہ سے، اپنی خاندانی شرافت کی وجہ سے، اپنی خوبصورتی کی وجہ سے، اور اپنے دین کی وجہ سے، لہذا تم دیندار عورت پانے کی کوشش کرو، تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں۔

اسی طرح سعد بن الربیع رضی اللہ عنہ کی بیوی نے نبی کریم ﷺ سے کہا تھا:

"وَلَا تُنْكَحَانِ إِلَّا وَلَهُمَا مَالٌ"۔ [2]

ان دونوں بیٹیوں کا نکاح اسی وقت ہوسکتا ہے جب ان کے پاس مال ہو!

چوتھی وجہ: نبی کریم ﷺ نے اپنے وارثین کو مالدار چھوڑنے کی ترغیب دی ہے، اس لئے عورت کو چاہئے کہ وہ بھی اپنے وارثین کی فکر کرے، ظاہر ہے کہ اُسے وراثت میں ملنے والا حق کل اُس کے وارثین کا ہوگا، لہذا اُسے اپنا حق لینا چاہئے، تنازل کرنے اور دستبردار ہونے سے گریز کرنا چاہئے، کیونکہ یہ ایک شرعی مصلحت ہے جس کی نبی کریم ﷺ نے تلقین فرمائی ہے، آپ نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے کہا تھا:

"إِنَّكَ إِنْ تَرَكْتَ وَلَدَكَ أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَتْرُكَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُونَ النَّاسَ" [3]

یقیناً تمہارا اپنی اولاد کو مالدار چھوڑنا اس سے بہتر ہے کہ اُنہیں محتاج چھوڑو، وہ لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کرتے پھریں!

---

[1] صحیح بخاری، حدیث: ۵۰۹۰۔

[2] پورا واقعہ اور تخریج اس کتاب کے ص: ۲۵ میں گزر چکی ہے۔

[3] اس کی تخریج اس کتاب کے ص: ۳۲ میں گزر چکی ہے۔

پانچویں وجہ: اپنے حق میراث سے دستبردار ہونے سے اللہ پر توکل کمزور ہوتا ہے، جو کسی طرح مناسب نہیں۔ کیونکہ دستبرداری کا سبب عورت کے دل میں یہ خوف ہے کہ اگر ہم اپنا حق لے لیں گے تو بھائی اور دیگر اقارب ہم سے ناراض ہو جائیں گے، کسی مشکل گھڑی میں ہمارے کسی کام نہ آئیں گے، اور اس طرح ہم مجبور اور بے سہارا ہو کر رہ جائیں گے!!

میں اپنی بہنوں سے کہنا چاہوں گا کہ وہ بھائی ہی کیا جو اپنی بہنوں سے محض مادی تعلق رکھے! اور تعاون کے نام پر اس کے حق میراث کی قربانی مانگے! بھائی کی تو دینی، شرعی اور اخلاقی ذمہ داری ہے کہ مشکل گھڑیوں میں اپنی بہنوں کا سہارا بنے اور اُن کا تعاون کرے، اور یہی وجہ ہے جو لوگ اللہ کی توفیق سے ہمکنار ہیں وہ اپنے قرابت داروں کے تعاون کے عوض کسی مادی صلہ کی امید نہیں رکھتے بلکہ بے لوث تعاون کرتے ہیں، اس کے برخلاف وہ دنیا پرست اور درہم و دینار کے بندے ہیں جو آپ کا حق وراثت ہڑپ کر کے بھی آپ کو خاطر میں نہیں لائیں گے! کیونکہ آپ نے اپنے حق سے خود ہی تنازل کر کے اپنی بے بسی و بے چارگی کا ثبوت دیا ہے، اُنہیں تو احساس بھی نہیں کہ وہ آپ کا حق میراث استعمال کر رہے ہیں!! اس لئے اللہ کا دیا ہوا اپنا حق لیں اور اللہ ہی پر بھروسہ رکھیں، وہی سب کا سہارا ہے، وہ آپ کو ضائع نہیں کرے گا۔ وادی غیر ذی زرع میں اُم اسماعیل ہاجرہ علیہما السلام کا تاریخی واقعہ اپنی نگاہوں کے سامنے رکھیں:

''يَا إِبْرَاهِيمُ، أَيْنَ تَذْهَبُ وَتَتْرُكُنَا بِهَذَا الوَادِي، الَّذِي لَيْسَ فِيهِ إِنْسٌ وَلاَ شَيْءٌ؟ فَقَالَتْ لَهُ ذَلِكَ مِرَارًا، وَجَعَلَ لاَ يَلْتَفِتُ إِلَيْهَا، فَقَالَتْ لَهُ: آللَّهُ الَّذِي أَمَرَكَ بِهَذَا؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَتْ: إِذَنْ لاَ يُضَيِّعُنَا''۔[1]

ابراہیم! آپ ہمیں اس وادی میں یونہی چھوڑ کر کہاں جا رہے ہیں، یہاں تو کوئی انسان

---

[1] صحیح بخاری، حدیث: ۳۳۶۴۔

اور کوئی چیز بھی نہیں ہے؟ انہوں نے یہ بات کئی مرتبہ دہرائی، مگر ابراہیم علیہ السلام نے التفات نہ کیا، تو انہوں نے کہا: کیا آپ کو اللہ نے اس کا حکم دیا ہے؟ کہاں: ہاں، انہوں نے کہا: ''تب وہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا''۔ واللہ أعلم۔

عورتوں پر ہونے والے ظلم کے خلاف مجرمانہ خاموشی خطرناک!

عورتوں کو حق میراث سے محروم کرنا صریح ظلم اور ناانصافی ہے، دنیا کے بیشتر ممالک میں حق میراث کی بابت عورتوں پر کم وبیش ظلم ہو رہا ہے' جیسا کہ کتابوں، فتاویٰ، اور خبروں وغیرہ سے واضح ہے۔ یہ صورتحال زمانۂ جاہلیت کی تصویر پیش کر رہی ہے' بالفاظ دیگر یہ اس دور کی جدید جاہلیت ہے کیونکہ دور جاہلیت کے اسی ظلم وستم کا خاتمہ کرنے کے لئے اللہ عزوجل نے میراث کی تفصیلی آیتیں نازل فرمائیں۔ مگر افسوس! جاہلیت کے جس سنگین ظلم سے اسلام نے عورت کو نجات دلائی وہی ماں، بہن، بیٹی اور بیوی ایک بار پھر اپنے باپ، بھائی، بیٹے اور شوہر جیسے اقارب کے ہاتھوں جدید جاہلیت کے ظلم وستم کی بھینٹ چڑھ رہی ہے!

واضح رہے کہ اس سنگین صورتحال پر مجرمانہ خاموشی پوری امت کے لئے خطرہ کا نشان ہے، اس حق کے لئے آواز اٹھانا، بیداری پیدا کرنا، خواتین میں اپنے حق کے تئیں حوصلہ پیدا کرنا، اور ان سب سے اہم اور بنیادی بات یہ کہ عملی طور پر عورتوں کے حق کی ادائیگی کرنا ہر خاص وعام کی ذمہ داری ہے، ورنہ اگر ظلم جاری رہا اور ان ظالموں کا ہاتھ ظلم سے نہ روکا گیا اور قدرت واستطاعت کے باوجود اس سنگین گناہ کی روک تھام نہ کی گئی، اور انکار منکر کا مطلوبہ فریضہ انجام نہ دیا گیا تو خطرہ ہے کہ اللہ کا عمومی عذاب پوری امت کو اپنی لپیٹ میں نہ لے لے!!

قیس بن ابوحازم بیان کرتے ہیں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اللہ کی حمد وثنا بعد فرمایا:

''يَا أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّكُمْ تَقْرَءُونَ هَذِهِ الْآيَةَ، وَتَضَعُونَهَا عَلَى غَيْرِ مَوَاضِعِهَا:

{عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ} [المائدة:105]، وَإِنَّا سَمِعْنَا النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: ''إِنَّ النَّاسَ إِذَا رَأَوُا الظَّالِمَ فَلَمْ يَأْخُذُوا عَلَى يَدَيْهِ، أَوْشَكَ أَنْ يَعُمَّهُمُ اللَّهُ بِعِقَابٍ'' وَقَالَ عَمْرٌو: عَنْ هُشَيْمٍ، وَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ''مَا مِنْ قَوْمٍ يُعْمَلُ فِيهِمْ بِالْمَعَاصِي، ثُمَّ يَقْدِرُونَ عَلَى أَنْ يُغَيِّرُوا، ثُمَّ لَا يُغَيِّرُوا، إِلَّا يُوشِكُ أَنْ يَعُمَّهُمُ اللَّهُ مِنْهُ بِعِقَابٍ''۔ [1]

اے لوگو! یقیناً تم یہ آیت کریمہ پڑھتے ہو اور اُسے دوسرے معنیٰ میں سمجھتے ہو: (اے ایمان والو! اپنی فکر کرو، جب تم راہ راست پر چل رہے ہو تو جو شخص گمراہ رہے اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں۔) [المائدۃ: ۱۰۵]، جبکہ ہم نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: یقیناً جب لوگ ظالم کو دیکھیں اور اس کے ہاتھوں کو ظلم سے نہ روکیں، تو قریب ہے اللہ ان سب کو اپنے عذاب میں مبتلا کر دے۔ اور عمرو نے ہشیم سے روایت کیا ہے، اس میں ہے کہ میں نے رسول ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جس قوم میں بداعمالیاں ہو رہی ہوں اور انہیں اُسے بدلنے کی قدرت ہو، تب بھی نہیں بدلیں، تو قریب ہے کے اللہ تعالیٰ سب کو اپنے عذاب کی لپیٹ میں لے لے گا۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''إِنَّ النَّاسَ إِذَا رَأَوُا الْمُنْكَرَ لَا يُغَيِّرُونَهُ، أَوْشَكَ أَنْ يَعُمَّهُمُ اللَّهُ بِعِقَابِهِ''. [2]

یقیناً جب لوگ منکر دیکھنے کے باوجود اُسے نہیں بدلیں گے تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنے عذاب میں مبتلا کر دے۔

---

[1] سنن ابو داود، حدیث: ۴۳۳۸، وسنن ترمذی، حدیث: ۲۱۶۸، و۳۰۵۷، ومسند احمد، حدیث: ۳۰، اسے علامہ البانی نے صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے: الصحیحۃ، حدیث: ۱۵۶۴، وصحیح الجامع، حدیث: ۱۸۷۳، وصحیح الترغیب، حدیث: ۲۳۱۷۔

[2] سنن ابن ماجہ، حدیث: ۴۰۰۵، ومسند احمد، حدیث: ۱، و۵۳، وصحیح ابن حبان، حدیث: ۳۰۴، ۳۰۵، اسے علامہ البانی نے صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے: سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ، حدیث: ۳۳۵۳۔

خاتمہ

اس میں دو اہم باتوں کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے:

① دعوت توبہ وردِّ حقوق:

عورتوں کو حق میراث سے محروم کر کے یا اس میں کمی بیشی کر کے ترکہ ہڑپ کر جانے والوں کو چاہیے کہ موت سے پہلے جتنی جلدی ممکن ہو اللہ کے حضور سچی توبہ کر لیں، اور حقداروں کو ان کا حق لوٹا دیں، کیونکہ بندے کے حق میں ہوئے گناہ کی توبہ میں ترک گناہ، دوبارہ عدم رجوع اور کردہ گناہوں پر ندامت وشرمندگی کے علاوہ ایک چوتھی شرط بھی مطلوب ہے اور وہ مطلوبہ شرط یہ ہے کہ صاحب حق کو اس کا حق لوٹا دیا جائے، یا پھر اس سے تحلل کر لیا جائے، یعنی وہ کسی قسم کے دباؤ کے بغیر بہ طیب خاطر اور سچے دل سے اُسے معاف کر دے! بصورت دیگر قیامت کے دن اُس سے اس گناہ کا قصاص لیا جائے گا، جیسا کہ کچھ تفصیلات گزر چکی ہیں۔

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿فَمَن تَابَ مِنۢ بَعۡدِ ظُلۡمِهِۦ وَأَصۡلَحَ فَإِنَّ ٱللَّهَ يَتُوبُ عَلَيۡهِۚ إِنَّ ٱللَّهَ غَفُورٞ رَّحِيمٌ ٣٩﴾ [المائدۃ:٣٩]۔

جو شخص اپنے گناہ کے بعد توبہ کر لے اور اصلاح کر لے تو اللہ تعالیٰ رحمت کے ساتھ اس کی طرف لوٹتا ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والا مہربانی کرنے والا ہے۔

اسی طرح بندوں کے حقوق کی سنگینی کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو آگاہ کرتے ہوئے فرمایا:

''مَنْ كَانَتْ عِنْدَهُ مَظْلِمَةٌ لِأَخِيهِ فَلْيَتَحَلَّلْهُ مِنْهَا، فَإِنَّهُ لَيْسَ ثَمَّ دِينَارٌ وَلاَ

دِرْهَمٌ، مِنْ قَبْلِ أَنْ يُؤْخَذَ لِأَخِيهِ مِنْ حَسَنَاتِهِ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ حَسَنَاتٌ أُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ أَخِيهِ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ''۔[1]

جس کے پاس اس کے بھائی کا کوئی حق ہو، وہ اُسے دنیا ہی میں اس سے حلال (معاف) کرالے، کیونکہ وہاں درہم و دینار نہ ہوگا، قبل اس کے کہ اُس کے بھائی کے لئے اس کی نیکیاں لے لی جائیں گی، اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوں گی تو اس کے بھائی کے گناہ لے کر اُس پر ڈال دیئے جائیں گے۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے بتلایا کہ اللہ تعالیٰ کسی جنتی کو جنت میں اور کسی جہنمی کو جہنم میں داخل نہ کرے گا تا آنکہ بندوں کے حقوق کا قصاص لے لے!!

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أُنَيْسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: ''يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عُرَاةً غُرْلًا بُهْمًا'' قَالَ: قُلْنَا: وَمَا بُهْمًا؟ قَالَ: ''لَيْسَ مَعَهُمْ شَيْءٌ، ثُمَّ يُنَادِيهِمْ بِصَوْتٍ يَسْمَعُهُ مِنْ بُعْدٍ كَمَا يَسْمَعُهُ مِنْ قُرْبٍ: أَنَا الْمَلِكُ، أَنَا الدَّيَّانُ، وَلَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِنْ أَهْلِ النَّارِ، أَنْ يَدْخُلَ النَّارَ، وَلَهُ عِنْدَ أَحَدٍ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ حَقٌّ، حَتَّى أَقُصَّهُ مِنْهُ، وَلَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ أَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ، وَلِأَحَدٍ مِنْ أَهْلِ النَّارِ عِنْدَهُ حَقٌّ، حَتَّى أَقُصَّهُ مِنْهُ، حَتَّى اللَّطْمَةُ'' قَالَ: قُلْنَا: كَيْفَ وَإِنَّا إِنَّمَا نَأْتِي اللهَ عَزَّ وَجَلَّ عُرَاةً غُرْلًا بُهْمًا؟ قَالَ: ''بِالْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ''۔[2]

عبد اللہ بن اُنیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے

[1] صحیح بخاری، حدیث: ۶۵۳۴۔

[2] مسند احمد، حدیث: ۱۶۰۴۲، ومستدرک حاکم، حدیث: ۳۶۳۸، والأدب المفرد، حدیث: ۹۷۰، اسے مسند کے محققین اور علامہ البانی نے حسن قرار دیا ہے، دیکھئے: صحیح الأدب المفرد، حدیث: ۵۷۰۔

ہوئے سنا: لوگوں کو قیامت کے دن ننگے جسم، غیر مختون اور ''بُھماً'' (خالی ہاتھ) اٹھایا جائے گا! کہتے ہیں: ہم نے پوچھا: ''بُھماً'' کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: یعنی ان کے پاس کچھ بھی نہ ہوگا، پھر اللہ تعالیٰ اُنہیں ایسی آواز میں پکارے گا جسے قریب وبعید سبھی یکساں سنیں گے، فرمائے گا: میں بادشاہ ہوں، میں بدلہ دینے والا ہوں، کسی جہنمی کے لئے جہنم میں جانا ممکن نہیں جس کے پاس کسی جنتی کا حق ہو یہاں تک میں اس سے قصاص (بدلہ) لے لوں، اور کسی جنتی کے لئے جنت میں جانا ممکن نہیں جس کے پاس کسی جہنمی کا حق ہو یہاں تک میں اس سے قصاص (بدلہ) لے لوں! **خواہ ایک طمانچہ ہی ہو!!** کہتے ہیں: ہم نے کہا: یہ کیسے ہوگا جبکہ ہم اللہ کے پاس ننگے جسم، غیر مختون اور بالکل خالی ہاتھ آئیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: **''نیکیوں اور بدیوں کے ذریعہ''**۔

② علماء ودعاۃ کی ذمہ داری:

اہل علم اور دعاۃ اِلی اللہ کی ذمہ داری ہے کہ عورتوں پر ہونے والے سماج کے اس سنگین ظلم اور جاہلیت کی خطرناکی سے امت کے عوام وخواص کو آگاہ کریں، انہیں کتاب وسنت کے صریح نصوص کی روشنی میں دنیوی واخری انجام بد سے ڈرائیں، اور پوری تندہی کے ساتھ انکار منکر کا فریضہ انجام دیں کیونکہ یہ ظلم وجاہلیت پورے سماج کو اپنی لپیٹ میں لے چکی ہے، اِلا من رحم اللہ۔

واضح رہے کہ انکار منکر کے فریضہ میں کوتاہی اور اس سے سکوت وخاموشی اللہ کی لعنت، عذاب وعقاب، دعاؤں کی عدم قبولیت اور نصرت الٰہی سے محرومی کا پیش خیمہ ہے۔

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿لُعِنَ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ مِنۢ بَنِيٓ إِسۡرَٰٓءِيلَ عَلَىٰ لِسَانِ دَاوُۥدَ وَعِيسَى ٱبۡنِ مَرۡيَمَۚ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَواْ وَّكَانُواْ يَعۡتَدُونَ ٧٨

كَانُوا۟ لَا يَتَنَاهَوْنَ عَن مُّنكَرٍ فَعَلُوهُ ۚ لَبِئْسَ مَا كَانُوا۟ يَفْعَلُونَ ﴿٧٩﴾ [المائدۃ:۷۸،۷۹]۔

بنی اسرائیل کے کافروں پر داود علیہ السلام اور عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی زبانی لعنت کی گئی اس وجہ سے کہ وہ نافرمانیاں کرتے تھے اور حد سے آگے بڑھ جاتے تھے۔آپس میں ایک دوسرے کو برے کاموں سے جو وہ کرتے تھے روکتے نہ تھے جو کچھ بھی یہ کرتے تھے یقیناً وہ بہت برا تھا۔

اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَتَأْمُرُنَّ بِالمَعْرُوفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ المُنْكَرِ أَوْ لَيُوشِكَنَّ اللَّهُ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عِقَابًا مِنْهُ ثُمَّ تَدْعُونَهُ فَلَا يُسْتَجَابُ لَكُمْ"۔ [1]

اللہ کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے،تم ضرور بالضرور بھلائی کا حکم دوگے اور بُرائی سے منع کروگے،ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب بھیج دے گا پھر تم دعا کروگے تو تمہاری دعا قبول نہ ہوگی۔

اور ایک دوسری روایت میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"يَا أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ: مُرُوا بِالْمَعْرُوفِ، وَانْهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَدْعُونِي فَلَا أُجِيبُكُمْ، وَتَسْأَلُونِي فَلَا أُعْطِيكُمْ، وَتَسْتَنْصِرُونِي، فَلَا أَنْصُرُكُمْ"۔ [2]

اے لوگو! بیشک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: بھلائی کا حکم دو اور برائی سے منع کرو،قبل اس کے کہ

---

[1] ترمذی،حدیث:۲۱۶۹،ومسند احمد،حدیث:۲۳۳۰۱،و۲۳۳۲۷،اسے مسند کے محققین اور علامہ البانی نے حسن قرار دیا ہے،دیکھئے:صحیح الجامع،حدیث:۷۰۷۰،وصحیح الترغیب،حدیث:۲۳۱۳۔

[2] مسند احمد،حدیث:۲۵۲۵۵،محققین نے اسے حسن لغیرہ قرار دیا ہے۔

تم مجھ سے دعا کرو تو میں قبول نہ کروں، مجھ سے مانگو تو میں عطا نہ کروں، اور مجھ سے مدد چاہو تو میں تمہاری مدد نہ کروں۔

لہذا اہل علم کی ذمہ داری ہے کہ اس ظلم کے خلاف انکار منکر کے باب میں اپنا مخلصانہ فریضہ نبھائیں اور اس بارے میں کسی ملامت گر کی ملامت کا خوف نہ کریں، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿يُجَٰهِدُونَ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوۡمَةَ لَآئِمٖۚ﴾ [المائدۃ:۵۴]۔

اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ بھی نہ کریں گے۔

اور عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں:

"بَايَعْنَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِي المَنْشَطِ وَالمَكْرَهِ، وَأَنْ لاَ نُنَازِعَ الأَمْرَ أَهْلَهُ، وَأَنْ نَقُومَ أَوْ نَقُولَ بِالحَقِّ حَيْثُمَا كُنَّا، لاَ نَخَافُ فِي اللَّهِ لَوْمَةَ لاَئِمٍ"۔[1]

ہم نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی کہ: چستی و سستی ہر حال میں سنیں اور اطاعت بجالائیں، اپنے حاکموں سے کسی بات میں نہ جھگڑیں اور جہاں کہیں رہیں حق انجام دیں اور حق بولیں، اللہ کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں۔

اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

"**أَلَا لَا يَمْنَعَنَّ رَجُلًا هَيْبَةُ النَّاسِ أَنْ يَقُولَ بِحَقٍّ إِذَا عَلِمَهُ**" قَالَ: فَبَكَى أَبُو سَعِيدٍ، وَقَالَ: قَدْ وَاللَّهِ رَأَيْنَا أَشْيَاءَ فَهِبْنَا"۔[2]

---

[1] صحیح بخاری، حدیث: ۷۱۹۹۔

[2] سنن ابن ماجہ، حدیث: ۴۰۰۷، وترمذی، حدیث: ۲۱۹۱، ومسند احمد، حدیث: ۱۱۴۷۴، علامہ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے: سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ، حدیث: ۱۶۸، وصحیح الترغیب والترہیب، حدیث: ۲۷۵۱۔

خبر دار! کسی آدمی کو لوگوں کا خوف و ہیبت حق بولنے سے نہ روکے، جب اُسے اس کا علم ہو جائے! راوی کہتے ہیں: یہ سن کر ابو سعید رضی اللہ عنہ رونے لگے اور کہا: اللہ کی قسم! ہم نے بہت سی چیزیں دیکھیں، مگر ڈر گئے۔

کیونکہ عورتوں کو حق میراث سے محروم کرنے کا جاہلی ظلم لوگوں کے لئے بڑا ہلکا اور معمولی ہو چکا ہے، عام طور پر تقسیم میراث کے مسئلہ میں عورتیں موضوع ہی سے خارج ہوتی ہیں، ان کا ذکر بھی نہیں آتا، اور ان کے رونے بلکنے سے ان ظالموں کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی! جبکہ اس ظلم و بربریت پر اللہ تعالیٰ نے نار جہنم اور رسوا کن عذاب کی وعید سنائی ہے۔

آج عورتوں کو حق میراث سے محروم اور بے دخل کرنے کا مسئلہ مسلم سماج میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے اس فرمان کا مصداق ہے، فرماتے ہیں:

"إِنَّكُمْ لَتَعْمَلُونَ أَعْمَالًا، هِيَ أَدَقُّ فِي أَعْيُنِكُمْ مِنَ الشَّعَرِ، إِنْ كُنَّا لَنَعُدُّهَا عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ مِنَ المُوبِقَاتِ"۔ (1)

یقیناً تم لوگ ایسے کام کرتے ہو جو تمہاری نگاہوں میں بال سے بھی باریک ہیں، جبکہ ہم نبی کریم ﷺ کے زمانے اُسے ہلاک کرنے والے کبیرہ گناہوں میں شمار کرتے تھے۔

اور واضح رہے کہ یہ فریضہ ایک عام منکر کے انکار کا فریضہ نہیں، بلکہ معاشرہ کے ایک کمزور، مجبور اور ناتواں کو ظالم و جابر اور طاقتور سے حق دلانے کا فریضہ ہے، کیونکہ یہ ظلم کا سنگین ترین درجہ ہے۔

چنانچہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی نبی کریم ﷺ سے اپنا قرض واپس لینے آیا، اُس نے آپ کے ساتھ سخت کلامی کی، یہاں تک کہ کہا: میں آپ کو تنگ کروں گا، ورنہ میرا قرض ادا کر دیں! یہ سن کر صحابہ نے اسے ڈانٹا اور کہا: افسوس ہے تجھ پر! تجھے معلوم ہے کہ تو کس سے بات کر رہا ہے؟ اس نے کہا: میں اپنے حق کا مطالبہ

(1) صحیح بخاری، حدیث: ۶۴۹۲۔

کر رہا ہوں، نبی کریم ﷺ نے صحابہ کو مخاطب کرکے فرمایا: ''هَلَّا مَعَ صَاحِبِ الْحَقِّ كُنْتُمْ؟'' (آخر تم صاحب حق کا ساتھ کیوں نہیں دیتے؟) پھر آپ ﷺ نے خولہ بنت قیس کے پاس ایک شخص کو بھیج کر ان سے کہلوایا کہ ''اگر تمہارے پاس کھجوریں ہوں تو ہمیں قرض دیدو تا آنکہ ہماری کھجوریں آجائیں، تو ہم تمہیں ادا کر دیں گے''، انہوں نے کہا: جی ہاں! اے اللہ کے رسول! میرے باپ آپ پر قربان ہوں! چنانچہ انہوں نے آپ کو قرض دیا، اور آپ ﷺ نے اس سے دیہاتی کا قرض ادا کیا اور اسے کھانا بھی کھلایا، تو اس نے کہا: آپ نے میرا حق پورا پورا ادا کر دیا، اللہ تعالیٰ آپ کو بھی پورا پورا عطا فرمائے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''أُولَئِكَ خِيَارُ النَّاسِ، إِنَّهُ لَا قُدِّسَتْ أُمَّةٌ لَا يَأْخُذُ الضَّعِيفُ فِيهَا حَقَّهُ غَيْرَ مُتَعْتَعٍ'' (یہی سب سے بہتر لوگ ہیں، یقیناً کوئی امت پاک اور مقدس نہ ہوگی جس میں کمزور بغیر پریشان ہوئے اپنا حق نہ لے سکے)۔ [1]

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

''كَيْفَ يُقَدِّسُ اللَّهُ أُمَّةً لَا يُؤْخَذُ لِضَعِيفِهَا مِنْ شَدِيدِهَا حَقُّهُ وَهُوَ غَيْرُ مُتَعتَعٍ''۔ [2]

اللہ تعالیٰ اس امت کو کیسے پاک اور مقدس کرے گا جس میں طاقتور سے کمزور کا حق بغیر پریشان ہوئے نہ لیا جائے۔

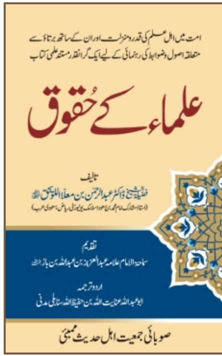
[لقد تم بعون اللہ تعالی المراد کتابتہ فی الموضوع فی: ۸ / ۳ / ۲۰۲۱ء، فالحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات، وصلی اللہ علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ. وکتبہ: العبد الفقیر إلی اللہ عنایت اللہ بن حفیظ اللہ السنابلی المدنی]

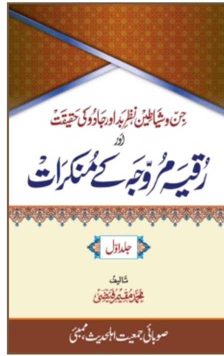
---

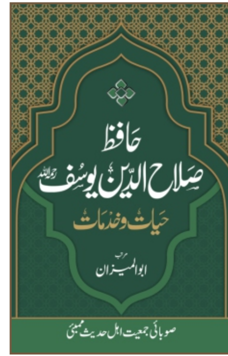
[1] سنن ابن ماجہ، حدیث: ۲۴۲۶، اسے علامہ البانی نے صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے صحیح الجامع، حدیث: ۲۴۲۱، وصحیح الترغیب والترہیب، حدیث: ۱۸۱۸، و۲۱۱۹۔

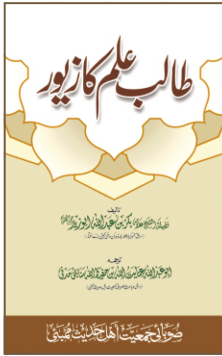
[2] السنة لابن أبي عاصم مع ظلال الجنة للالبانی، حدیث: ۵۸۲، نیز اسے صحیح الجامع (۱۸۵۷) میں بھی صحیح قرار دیا ہے۔

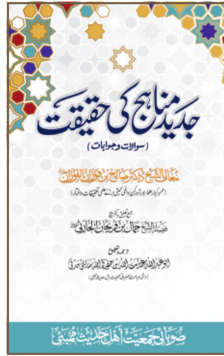
ہماری اہم مطبوعات



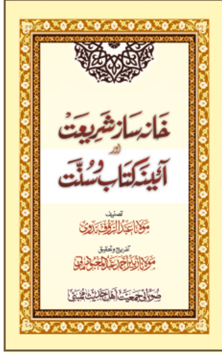


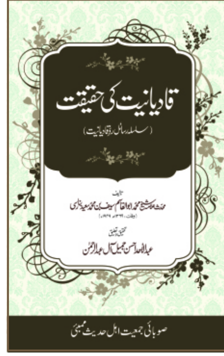


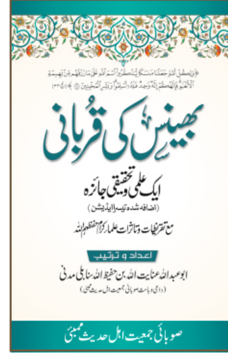












A1 Grafix Studio : +91-9819189965

SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI
14/15, Chunawala Compound, Opp. B.E.S.T. Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 400 070.
022-26520077 9892555244 ahlehadeesmumbai@gmail.com
@JamiatSubai subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumbai
www.ahlehadeesmumbai.com